تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

شکستہ دلوں کی دل داری

اَلدُّنیا مَزرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جہاں تک ممکن ہو آخرت کی کمائی کرنے میں مشغول ہونا چاہئے، اپنے ہاتھ، زبان اور قلم و کاغذ اور اپنے نقد و جنس سے لوگوں کے دلوں کو خوش کریں، راحت و آرام پہنچائیں اور اس عمل کو ایک عظیم کام جانیں، دنیا کے عیوب، اس کی آفتیں اتنی زیادہ ہیں کہ جلد کی جلد سیاہ کی جائیں تو بھی اس کے دسویں حصہ کا دسواں حصہ بھی بیان نہ ہو سکے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسی دنیا میں اس کا ایک ہنر بھی ہے کہ یہ مزرعۂ آخرت ہے یعنی آخرت کمانے کی جگہ ہے، ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا حق سبحانہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ کتنی ہے؟ انھوں نے فرمایا موجودات میں جتنے ذرے ہیں ان میں سے ہر ایک ذرہ کی تعداد میں خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ ہے لیکن کوئی راہ لوگوں کی دل جوئی کرنے، دلوں کو خوش کرنے سے زیادہ فائدہ مند اور نزدیک تر نہیں ہے، اور میں نے اسی راہ سے خدا کو پایا اور اپنے مریدوں کو اسی کی وصیت کرتا ہوں۔

اگر کسی شکستہ دل کو پاؤ اور اس ایک دل کو تم نے شاد و آباد کر دیا یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم رات بھر شب بیداری کرو، اس لئے کہ کسی بھی ٹوٹی ہوئی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے، لیکن دل وہ ہے کہ جتنا زیادہ ٹوٹا ہوا ہو چور ہو، اتنا ہی زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ

(از مکتوبات دوصدی ص ۳۰۸)

۱۰ر ستمبر ۲۰۰۲ء | سالانہ ۱۵۰ر روپے | فی شمارہ ۷ر روپے

Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376

R.N.I.No.UP.URD.03615/24/1/2001-Tc
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864

Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in

FORTNIGHTLY Vol.No3 Issue No, 12

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs.7/=

Mobile:98390 95795
Phone: 0522-301658

قبا اوننگ

اودھ کی شان

اوننگ: ٹریکس ☆ کھڑکی ☆ فکس

الموینیم: کھڑکی ☆ دروازے ☆ سلنگ ☆ فلورک

ہمارے یہاں ہر قسم کے الموینیم اور اوننگ کا کام بہت ہی کفایتی قیمت پر ہوتا ہے

ایک بار خدمت کا موقع دیں

ایم۔ اے ملک، راج ۳۰۱ر اوشال کھنڈ گومتی نگر لکھنؤ

Ph.No 260433 - 242946

آپ کی خدمت میں جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالروٗف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم وغیر مترجم، حمائلیں۔ قاعدے، پارے، پنج سورے اور عربی فارسی، درسی، طبی، عملیات کی کتابیں۔ ہائی اسکول، انٹر، ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل وغیرہ کی گائیڈ اور گیس پیپر بہترین اور سستی قیمت پر ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی پسند، ضرورت کی کتابیں بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

تاج بک ڈپو، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے

Shirts,Trousers,Coat Suits,
Embroidered, Sherwanis,Pullowerrs,
Jackets,Kurta,Vastecoatsuit,Night
Suits&Tles

شادی۔ تیوہار۔ پارٹی کے لئے شاندار ذخیرہ

تشریف لائیں

MENMARK
Men,s Exclusice
58,Halwasia Maket,
Hazratganj,Lucknow
Ph Shop 216948 Resi. 227443

لیبل و کیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر

نورانی تیل

خریدیں

درد، زخم، چوٹ، جلنے، کٹنے، کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹوکرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow.u.p. Editor: Shamsul Haq Nadwi

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ لکھنؤ

لکھنؤ

جلد نمبر ۳۹ | ۱۰ر ستمبر ۲۰۰۲ء | مطابق | ۲ر رجب ۱۴۲۳ھ | شمارہ نمبر ۲۱

زیر سرپرستی : حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

زیرنگرانی

مولانا عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء

پروفیسر وصی احمد صدیقی
معتمد مالیات ندوۃ العلماء

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
(مدیر اعلی)

سید محمود حسن حسنی ندوی
معاون مدیر

مجلس مشاورت

مولانا نذرالحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرتعاون

سالانہ ---=/۱۵۰ روپے
فی شمارہ ----------=/۷ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
وامریکی ممالک ...... ۳۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۲۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

مینجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ مینجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
Website:www.nadwatululama.org
E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in
Ph: Office.787250(Ext)18
Guest House.323864

گزارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (مینجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/150 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (مینجر) (مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ ٹیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

طبیب روحانی کی شفقت

مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرءٍ مانوی" بلاشبہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔

یہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے جس میں فرماتے ہیں کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور یہ اس لئے فرمایا کہ نیت کو بڑا دخل ہے اور نیت میں بڑی برکت ہے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اعمال تو ہوتے ہیں مگر ہماری نیت خالص نہیں ہوتی، ریاونمود کی آمیزش ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے سب اعمال بے کار اور محنت ضائع ہو جاتی ہے، اور من جملہ اعمال کے ایک بڑا عمل اللہ کے دین کی دعوت اور تبلیغ بھی ہے، اس میں بھی نیت کی ضرورت ہے لہٰذا اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری دعوت اللہ کے لئے ہو جائے اور دل کے اندر تڑپ ہو، ذوق وشوق اور محبت ہو اور اس بات کا داعیہ پیدا ہو جائے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے، اخلاص سے دعوت دینا بڑا مشکل کام ہے، اس کو وہی انجام دے سکتا ہے جو مؤید من اللہ ہو، اللہ ہی کی توفیق وتائید سے یہ آسان ہو سکتا ہے، جس طرح ایک شفیق طبیب مریض پر مہربان ہوتا ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ اس کو شفا ہو جائے اور یہ تندرست ہو جائے تو اس کے لئے نسخہ تجویز کرتا ہے، دوائیں دیتا ہے، پرہیز بتلاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا ہے، چنانچہ پہلے زمانہ کے اطبا ایسے شفیق ہوتے تھے کہ سب تدبیریں بتلا کر رات کو اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے تھے، کہ یا اللہ اس مریض کو شفا ہو جائے تو جب طبیب جسمانی اپنے مریضوں پر اس قدر شفیق ہوتا ہے پھر انبیاء علیہم السلام جو طبیب روحانی ہیں ان کی شفقت کا کیا کہنا، وہ تو سراپا شفقت ہوتے ہیں، چنانچہ انہوں نے دنیا جہاں والوں کو اللہ کی طرف بلایا، پتھر وہ کھاتے تھے، لعن طعن وہ برداشت کرتے تھے، کانٹے ان کی راہ میں بچھائے جاتے تھے، ان کو طرح طرح سے ستایا جاتا تھا اور بڑی بڑی مصیبتیں ان کو پہنچائی جاتی تھیں، مگر وہ مخلوق پر ایسے شفیق تھے کہ پتھر کھا کر دعا کرتے تھے، تکلیفیں برداشت کرتے تھے، ان کی نظر اللہ ہی پر تھی وہ اللہ ہی کے لئے بولتے تھے اس لئے ان کی نیت کا اثر لوگوں پر بھی پڑتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے بڑھ کر شفقت فرمانے والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مخلوق پر کوئی شفیق نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بندہ جہنم میں جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی مقصد یہ تھا کہ سارے جہاں کے لوگ ایمان لائیں اور جہنم سے بچ جائیں، مگر اللہ کی مشیت کا فیصلہ کچھ اور ہے، اللہ تعالیٰ نے جہنم کو بھی بنایا ہے اور اس میں بھی لوگوں کو جانا ہے اور اس کی حکمت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، نبی کا کام دعوت دینا اور تبلیغ کرنا ہے، اللہ کے احکام کو بندوں تک پہنچا دینا ہے، رہی ہدایت تو وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ قوم ان کو پریشان کرتی اور ستاتی تھی حتی کہ ساحر، کاہن اور مجنوں کا خطاب دیتی تھی مگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو ان کے حق میں بددعا فرماتے، نہ کوئی کلمہ نکالتے، بلکہ خود اللہ تعالیٰ ہی ان کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں ﴿كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ﴾ آپ سے پہلے کوئی رسول ایسا نہیں آیا جس کو لوگوں نے ساحر اور مجنوں نہ کہا ہو اور فرماتے ہیں ﴿وَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ

باقی صفحہ ۳۰ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس شمارے میں

۱	طبیب روحانی	حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھیؒ	۲
۲	بے چین زندگی (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	اسلام ہر عہد کے لئے زندہ اور تازہ ہے	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	۷
۴	صدیقؓ وعمرؓ عثمانؓ وعلیؓ (نظم)	تسنیم فاروقی	۸
۵	مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز	حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی	۹
۶	حضرت مولانا علی میاں کی سیرت تشکیل وتعمیر کے بنیادی عناصر	بلال عبدالحی حسنی ندوی	۱۰
۷	حضرت عبداللہ بن عباس کا علمی فضل وکمال	مولانا شاہ معین الدین ندوی	۱۳
۸	سفر شام	شیخ ابرار احمد ندوی	۱۷
۹	الصدیقؓ	شمس الحق ندوی	۲۲
۱۰	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۴
	وفیات	سید محمود حسن حسنی ندوی	۲۵
۱۱	مختصر عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۷
۱۲	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۸
۱۳	مولانا علی میاںؒ اکیڈمی کا جلسہ (رپورٹ)	سید ذاکر الحق سوروپ	۲۹
۱۴	ایک گلاس پانی کی قیمت	(ادارہ)	۳۱

شرائط ایجنسی

۱- پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲- فی کاپی =/Rs.15 کے حساب سے زرِ ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳- کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱- تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs.40
۲- تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs.50
۳- کمیشن تعدادِ اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴- اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵- انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/Rs.80

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ: Mr. TARIQUE HASAN ASKARI, P.O.Box No.3040, Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ: Dr.M.AKRAM NADWI, Oxford Center for Islamic Studies, George Street, Oxford Ox1 2AR

ساؤتھ افریقہ: Mr.M.YAHYA SALLO NADWI, P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

دبئی: Dr.QARI ABDUL HAMEED NADWI, P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E), Ph:No.3970927

قطر: Dr.AFTAB ALAM NADWI, P.O.Box.No.1513, Doha-Qatar

دبئی: Mr.MOHD. KHALID NADWI, P.O.Box No.51625, Dubai(U.A.E)

امریکہ: Dr.A.M.SIDDQUI, 98-Conklin Ave.Woodmere, New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اداریہ

شمس الحق ندوی

بے چین زندگی

اسلام دین فطرت ہے، ایک مکمل دین اور ایک مستقل تہذیب ہے اس کی عمارت مکمل دین اور مستقل تہذیب ہے، اس کی عمارت مکمل ہے، اس میں کوئی چیز کم یا زائد نہیں ہے۔ مشہور یوروپین نومسلم محمد اسد لیوپولڈ ویس جنھوں نے یوروپ کی مشینی اور بے روح زندگی سے مایوس ہو کر سکون کی تلاش میں اسلام کا مطالعہ کیا، مسلم معاشروں میں جا جا کر مسلمانوں کے شب وروز کی زندگی کو دیکھا اور جائزہ لیا، اس تلاش وجستجو میں مسلم ملکوں کا سفر کیا، وہاں کی روح پرور فضاؤں میں وقت گذارا تو انہیں زندگی کے وہ عطر بیز جھونکے محسوس ہوئے جس کا یوروپ کی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بالآخر اسلام کے گھنے، ٹھنڈے اور پُر بہار سائے میں پناہ لی اور اسی کا داعی بن گئے۔

وہ یوروپ کی بے چین زندگی کا ایک مشاہدہ بیان کرتے ہیں جس سے ہماری آج کی بے چین زندگی کے اسباب کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، یہ ان کے اس وقت کے تاثرات ہیں جب وہ سکون وچین کی تلاش میں اسلام کا مطالعہ شروع کر چکے تھے۔

وہ لکھتے ہیں ”ایک مرتبہ میں اپنی بیوی کے ساتھ برلن کی زمیں دوز ٹرین سے سفر کر رہا کہ اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی، وہ کوئی دولتمند اور خوشحال تاجر معلوم ہوتا تھا، ایک چھوٹا سا بیگ اس کی گود میں تھا، انگلی میں ہیرے کی ایک انگوٹھی نظر آرہی تھی، مجھے اچانک خیال آیا کہ یہ انگوٹھی اس کی خوش حالی اور فارغ البالی کا عکس ہے۔ اس وقت کی اکثریت اچھا کھاتی اور پیتی تھی، اس لحاظ سے میرے سامنے بیٹھا ہوا یہ شخص دیگر لوگوں سے کچھ مختلف اور نیا نہ تھا، لیکن جب میں نے اس کے چہرہ پر نظر ڈالی تو ایسا محسوس ہوا کہ میں کسی مطمئن اور پر مسرت چہرہ کو نہیں دیکھ رہا ہوں، وہ اپنی اس ظاہری حالت اور مالداری کے باوجود مجھے بے چین اور غیر مطمئن نظر آیا، اتنا غیر مطمئن کہ اس کی نظریں کھوئی کھوئی سی فضا کو گھور رہی تھیں اور اس کے ہونٹ کے دونوں کنارے کسی تکلیف سے بھنچے ہوئے تھے۔ ایک غیر جسمانی تکلیف۔ اس کے پہلو میں ایک مہذب خاتون بھی بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے چہرے پر بھی بے چینی اور بے اطمینانی کے آثار تھے، جیسے وہ کسی ایسی چیز کے متعلق سوچ رہی ہوں جس کے سوچنے سے ان کو تکلیف ہو رہی ہو، ایک پھیکی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی تھی۔

پھر میں نے کمپارٹمنٹ میں اور لوگوں کی طرف نظر دوڑائی اور چہروں کو نگاہوں سے ٹٹولنے لگا وہ سب کے سب بلا استثنا خوش حال نظر آرہے تھے، سب کے سب خوش پوشاک تھے، لیکن ہر چہرہ پر میں نے ایک پوشیدہ الم کی جھلک دیکھی، اتنی پوشیدہ کی خود ان سب کو بھی اس کا احساس نہ ہوگا۔ ایک جگہ پر اتنے بہت سے غمزدہ چہروں کو دیکھنے کا اتفاق مجھے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، اس بات نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ میں نے اس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا، وہ بھی ماہر فنکار اور آرٹسٹ کی طرح تمام لوگوں کے چہروں کو دیکھنے لگی، پھر حیرت کے ساتھ میری طرف رُخ کر کے کہنے لگی ”آپ بالکل صحیح کہتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ سب جہنم کی تکلیفیں برداشت کر رہے ہوں، میں یہ سوچتی ہوں کہ ان چہروں پر جو گزر رہی ہے ان کو اس کی خبر بھی ہے یا نہیں“؟

جب میں گھر پہنچا تو میری نظر میز پر پڑی جس پر کھلا ہوا قرآن رکھا ہوا تھا، جو میرے مطالعہ میں رہتا تھا، میں اُس کو بند کر کے کسی دوسری جگہ رکھنا ہی چاہتا تھا کہ غیر شعوری طور پر اچانک میری نگاہ کھلے ہوئے صفحہ پر پڑ گئی جس پر یہ سورہ لکھی تھی: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ

(ترجمہ) غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے، جب تک جا دیکھیں قبر میں کوئی نہیں آگے جان لوگے، پھر کوئی نہیں آگے جان لوگے، کوئی نہیں اگر تم جانو یقین کر کے، بیشک تم کو دیکھنا ہے دوزخ، پھر دیکھنا اس کو یقین کی آنکھ سے، پھر پوچھیں گے تم سے اس آرام کی حقیقت۔ سورت کا پڑھنا تھا کہ میں ایک لمحہ کے لئے گم سم ہوگیا یاد پڑتا ہے کہ کتاب میرے ہاتھ میں جنبش میں تھی، پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا، دیکھو سنو، کیا یہ اس کا جواب نہیں ہے، جو رات کو ہم نے ریل پر دیکھا تھا۔

ہاں وہ جواب ایسا قطعی تھا کہ سارے شکوک وشبہات ایک دم سے ختم ہوگئے، اب میں نے یقینی طور پر سمجھ لیا کہ یہ کتاب جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، خدا ہی کی نازل کی ہوئی ہے، وہ اگرچہ آج سے تیرہ سو (سوا چودہ سو برس) پہلے ایک انسان کو عطا کی گئی تھی، لیکن اس میں بہت وضاحت کے ساتھ ایک ایسی چیز کی پیشن گوئی تھی جو ہمارے اس پیچیدہ اور مشینی دور سے زیادہ واضح طور پر کسی اور دور میں نہ آئی تھی۔

پھر وہ اس نت نئی ترقی کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دولت واقتدار کا حصول، عمل ایجاد واختراع کا سلسلہ جس کا کوئی علاج نہیں کل سے زیادہ آج، آج سے زیادہ کل، ایک بھوت ہے جو لوگوں کے سروں پر سوار ان کو ان چمکیلے مقاصد کی طرف کوڑے مار مار کر بھگا رہا ہے جو دور سے بہت شاندار معلوم ہوتے ہیں، لیکن ہاتھ میں آنے کے بعد حباب (پانی کا بلبلہ) کی مانند غائب ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے جس کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے: كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ۔

محمد اسد صاحب کی زندگی کا یہ وہ دور تھا جب وہ مغرب کی بے روح اور مشینی زندگی سے گھبرا کر روحانی سکون کی تلاش میں اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے، اسلامی ملکوں کا سفر اور وہاں کی زندگی کا جائزہ لے رہے تھے، اس تلاش حق میں جب پورے چار سال گذر گئے اور ہر پہلو سے اسلام کا جائزہ لے چکے تو آستانۂ اسلام پر سر جھکا دیا وہ اپنے جائزہ ومطالعہ کے دوران کے تاثرات اس طرح بیان کرتے ہیں، "اسلام کی ایک مکمل تصویر رفتہ رفتہ آخری طور پر میرے سامنے آرہی تھی، ایسی تصویر جو کبھی کبھی مجھے حیرت زدہ اور مدہوش سا کر دیتی تھی، وہ اس طرح پر مرتب اور مکمل ہو رہی تھی جس کو عقلی اور ذہنی نقوش سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یعنی میری طرف سے کسی شعوری کوشش کے بغیر میں نے وہ تمام جھلکیاں اور متفرق واقعات جو گذشتہ چار سال کے اندر میرے ساتھ پیش آئے ایک جگہ مرتب کر لئے، میں نے اپنے سامنے ایک ایسی مکمل عمارت دیکھی جس کو بہت دقت نظر اور مہارت فن سے بنایا گیا ہو، جس کے سارے اجزا ہم آہنگ اور باہم پیوست ہوں، نہ اس میں کوئی چیز زائد ہو نہ کم، ایک توازن اور تناسب جس کو دیکھ کر آدمی میں یہ شعور پیدا ہو کہ اسلام کی تعلیمات جو کچھ بھی ہے وہ برمحل ہے"۔

آپ نے تہذیب جدید یا یوں کہہ لیجئے کہ جدید ترقی یافتہ دنیا کی گھٹی گھٹی اور جسم وروح کو بے چین رکھنے والی زندگی سے نکل کر اسلام کی پرسکون اور جسم وروح کو چین بخشنے والی اسلامی زندگی کے سایہ میں آجانے والے کی زندگی کی ایک جھلک دیکھی، اسی کی روشنی میں اپنی موجودہ اور اس سے بھی کہیں زیادہ ترقی یافتہ زندگی کا جائزہ لیجئے، کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ترقی جتنی بڑھتی جاتی ہے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی ہوس وحرص بھی اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے جس نے پوری دنیائے انسانیت کو بے چینی میں ڈال رکھا ہے، یہاں پھر محمد اسد کے الفاظ دہرا لیجئے" وہ سب کے سب بلا استثنا خوش حال نظر آرہے تھے، سب کے سب خوش پوشاک تھے، لیکن ہر چہرہ پر میں نے ایک پوشیدہ الم کی جھلک دیکھی، اتنی پوشیدہ کہ خود ان سب کو بھی اس کا احساس نہ ہوگا"۔

اس وقت پوری دنیا بے چینی کا شکار ہے، میڈیا اور ذرائع ابلاغ چاہے جو پروپگنڈہ کریں ہر ملک کے عوام جس گھٹن اور بے چینی کی زندگی گذار رہے ہیں، ایک بڑی تعداد زندگی سے گھبرا کر خودکشی کا شکار ہو رہی ہے جن ترقی یافتہ ملکوں اور جس تہذیب کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور حد یہ ہے کہ خود مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس دجالی جنت کی طرف بڑھ رہا ہے اور اسلامی اقدار کو پاؤں کی بیڑیاں سمجھ رہا ہے، اس کو اور یورپ کے بکھرے ہوئے عائلی اور خاندانی نظام کا کچ

باقی صفحہ ۱۸ پر

اسلام ہر عہد کیلئے زندہ اور تازہ ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

امت یا انسانوں کے کسی فرد کے لئے کسی بھی زمانہ میں یہ عذر نہیں ہو سکتا کہ وہ مراتب یقین قرب ووصول، رضا ومقبولیت، رجوع وانابت، تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتا، البتہ اس کے اسباب دوسرے ہو سکتے ہیں، جیسے ضعف ارادہ کم ہمتی، مادیت اور خواہشات کی پیروی، یا قرآن وحدیث سے ناواقفیت وغیرہ، ورنہ یہ دین تو زندگی، قوت وجدت سے پر تمام دنیوی واخروی سعادتوں کا جامع ہے، جس پر محنت وعزم واخلاص کے ساتھ عمل کے ذریعہ کوئی بھی انسان، قرب وبلندی اور کمال کے اعلیٰ درجات تک پہنچ سکتا ہے، جن کے اوپر صرف نبوت کا مقام ہے۔

ہمارے سامنے اس کی کھلی دلیل خدا کی معجزانہ اور ابدی کتاب ہے، جو قوت وحیات سے لبریز ہے، اور جس کی تازگی وشگفتگی میں نہ کوئی فرق پڑتا ہے، نہ اس کے عجائبات اور کرشمہ جات کی کوئی انتہا ہے، اور نماز بھی جو قوت وحیات سے بھرپور ہے، ایسی ہی چیز ہے جو اللہ سے تعلق اور اس تک وصول اور ولایت ومحبوبیت کے منازل تک پہنچانے میں دین کے شعبوں میں بھی اپنی کوئی نظیر اور ان دونوں چیزوں کے ذریعہ ہر زمانہ میں امت کے مخلص اور صاحب عزیمت افراد، ایمان و یقین، علم ومعرفت، ربانیت وروحانیت، قرب وولایت کے اس مقام تک پہنچتے رہے ہیں، جہاں اذکیاء کی ذکاوت وذہانت اور عقلاء وحکماء کے قیاس کی بھی رسائی نہیں، اور ایسے لوگوں کی تعداد حد شمار سے باہر رہی ہے۔

دین کے یہ دونوں سرچشمے اس امت کے افراد اور اس کی نسلوں کو برابر قوت نمو، حیات ونشاط، اور خالص روحانیت سے سیراب وشاداب کرتے رہے ہیں، اور ان کے ذریعہ یہ امت کسی نئی نبوت وبعثت سے بے نیاز ہو کر اپنی زندگی کے ہر دور اور تاریخ کے ہر مرحلہ میں خدا پرستانہ زندگی گزارتی اور قرآن ونماز سے قلب و روح کی تقویت پاتی رہی اور اپنے زمانہ کی ہدایت ورہنمائی کا ہاتھ بڑھاتی رہی ہے، اسی لئے اللہ سبحانہ فرماتا ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔ (سورۃ الحج: ۷۸)

اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے، اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اسی نے پہلے (یعنی پہلی کتاب میں بھی) (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور خدا کے (دین کی رسی) کو پکڑے رہو وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔

پھر خود اس دین میں ہر مخالف دین چیز کے خلاف ابھارنے والی ایک عجیب قوت پوشیدہ ہے، جو ہر بے راہ روی اور انسانیت اور باقی ماندہ خیر وصلاح کو ضائع اور تلف کرنے والی قوت کے خلاف بغاوت برپا کرتی ہے، اور باطل کے چیلنج کا جواب دینے اور شر وفساد کی قوتوں اور فساد والحاد کے داعیوں سے لڑنے، دینی معیار کو برقرار رکھنے، اخلاقی نظام کو کنٹرول کرنے، جابر بادشاہوں کے سامنے جان کا خطرہ مول لے کر کلمہ حق کہنے، منفعتوں اور لذتوں کے ہر رنگ رنگین دام سے بچنے، بدعات وخرافات، فتنوں اور گمراہیوں پر نکیر کرنے پر آمادہ کرتی ہے، خواہ اس میں جان ومال کا کتنا ہی خسارہ اور جسمانی تکلیف واذیت کا کیسا ہی خطرہ کیوں نہ ہو،

چنانچہ یہ کتاب مسلمانوں کو برابر عدل پر قائم رہنے اور اپنے والدین واقربا تک کے خلاف سچی گواہی دینے اور انھیں نیکی وتقویٰ سے تعاون اور گناہ وسرکشی سے عدم تعاون، جہاد فی سبیل اللہ، ملامت گروں کی ملامت سے بے پروائی، معروف کا حکم دینے اور منکر سے روکنے، اللہ اور اللہ والوں کا دوست بننے، شیطان اور اس کے اتباع وانصار سے لڑنے، دین کو دنیا کے بدلہ نہ فروخت کرنے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینے کی تکلیف کرتی رہی ہے، اسی طرح صریح، صحیح اور قطعی حدیثیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ترک کرنے والے اور خدا کے دشمنوں، دین میں تحریف کرنے والوں اور بدعتیوں سے موالات اور مصالحت کرنے والوں کو وعید سناتی ہیں، اور اس قسم کی حدیثیں تواتر اور شہرت عام کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں، اللہ کی کتاب دنیا کے ہر مقام اور تاریخ کے ہر موڑ پر ایسے لوگ پیدا کرتی رہی ہے جو جہاد واجتہاد کا علم بلند کئے رہے، اور دعوت واصلاح کی تحریکوں کی قیادت کرتے اور نتائج وانجام کی پروا کئے بغیر حق وباطل کے معرکوں میں اترتے رہے ہیں:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔

(سورۃ الاحزاب: ۲۳)

تو ان میں بعض ایسے لوگ ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہوگئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔

یہی وہ کتاب ہے جس نے مسلمانوں کو فساد وضلالت کے دھاروں میں بہنے اور جاہلیت وبے اعتدالی کا ساتھ دینے سے روکے رکھا، کمزوروں میں نئی روح پھونک دی اور سوئی ہوئی ہمتوں اور بجھتے ہوئے دلوں میں بھی ایمان اور غیرت وحمیت کے شعلے بھڑکا دیئے۔

بقیہ: اداریہ

علم ہو تو اس آگ میں کودنے سے پناہ مانگے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت دین واسلام کے شکرانہ میں سربسجود ہو جائے۔

مزید کسی تفصیل میں جانے کے بجائے ہم اقبال کے اشعار کا سہارا لیتے ہیں جو اس ترقی یافتہ زندگی کے کرب وبے چینی، مظلومیت وبے بسی کا آئینۂ حقیقت نما سامنے رکھ دیتے ہیں ع

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

پڑھئے اور جائزہ لیجئے اقبال کہتے ہیں:

یوروپ میں بہت روشنی علم وہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات
رعنائی تعمیر میں رونق میں صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات
بیکاری و عریانی ومیخواری وافلاس
کیا کم ہیں فرنگی کی مدنیت کے فتوحات
وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات ہے برق وبخارات

اقبال کے ان اشعار کے بعد محمد اسد کا تبصرہ پھر سے پڑھ لیجئے "دولت واقتدار کا حصول، عمل ایجاد واختراع کا سلسلہ جس کا کوئی علاج نہیں کل سے زیادہ آج، آج سے زیادہ کل، ایک بھوت ہے جو لوگوں کے سروں پر سوار ان کو ان چمکیلے مقاصد کی طرف کوڑے مار مار کر بھگا رہا جو دور سے بہت شاندار معلوم ہوتے ہیں، لیکن ہاتھ میں آنے کے بعد حباب (پانی کا بلبلہ) کی مانند غائب ہوتے جا رہے ہیں یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے جس کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے: كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

بقیہ: مطالعہ کی میز پر

چبھن سی ہے جو دل میں، عشق کا حاصل نہ بن جائے
کسی کی یاد ظالم کائنات دل نہ بن جائے

عجیب حال تمہارا ابھی آج ہے صادقؔ
خدا کسی کو کہو بندگی کسی کی کرو

امید ہے کہ ارباب نظر "نوائے صادق" کو قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء

اس عالم اسلام کی روشنی جب مکہ مکرمہ سے ظاہر ہوئی اور اسلام کے آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی دعوت دی اور معاشرہ کو جاہلیت کے ظالمانہ اور نفس پرستانہ راستہ سے ہٹا کر انصاف اور تقویٰ کے راستہ پر ڈالنے کا آغاز کیا تو معاشرہ کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرہ کو صحیح علم کی طرف بھی متوجہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس توجہ ربانی سے معاشرہ بے علمی اور جہالت کے اندھیرے سے بھی نکلنا شروع ہوا، اور رفتہ رفتہ عربوں کا یہ جاہلی معاشرہ علم کا گہوارہ بن گیا لیکن یہ علم انسانیت کی فلاح وبہبود کا تھا اور انسان کو جانوروں کے صرف خورد ونوش اور خودغرضانہ مار دھاڑ کے راستہ سے ہٹا کر بے غرضی خدا طلبی اور ایک دوسرے سے ہمدردی کا راستہ اختیار کرنے کا علم تھا، چنانچہ مخلصانہ اور انسانیت سے خیر خواہانہ نبوی جدوجہد سے ایسا پاک وصاف معاشرہ قائم ہوا کہ تاریخ انسانیت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اس کے اثر سے انسان اس شاندار راہ پر چلنے لگا، اور اپنے حاصل کردہ علم میں توسیع پیدا کرنے لگا، اس نے اس نبوی علم کے ساتھ زندگی کے دیگر علوم بھی حاصل کیے، اور اپنی زندگی کو دونوں طرح کے علموں سے مزین کیا۔ اس کے نتیجہ میں ایسا معاشرہ تیار ہوا جس کی نظیر نہ دینی لحاظ سے ملتی تھی اور نہ دنیاوی اعتبار سے نظر آتی تھی۔ پھر بتدریج مسلمانوں میں انحطاط آنا شروع ہوگیا اور ان میں اولاً علم کو بجائے انسانی فلاح وصلاح کے استعمال کرنے کے اپنی ذاتی ترقی اور خودغرضانہ مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا آغاز ہوگیا، پھر علم کی طرف توجہ کم ہوتی گئی اور ذاتی ترقی اور خودغرضانہ مقاصد کی اہمیت بڑھتی گئی۔

یہ تھا مسلمانوں کے معاشروں کے زوال وانحطاط کا نقطۂ آغاز جس نے بتدریج مسلمانوں کو انسانی قافلوں کے بالکل پیچھے کے قافلہ کی جگہ پہونچا دیا، اور دوسرے غالب ہوئے اور وہ مغلوب بنے، دوسرے علم وطاقت سے مسلح اور مسلمان علم وطاقت سے محروم بنے، یہ ایک ایسا المیہ تھا جس کا نمونہ گذشتہ صدی کے عالم اسلام میں پوری طرح ملتا ہے۔ البتہ موجودہ صدی میں احساس بیدار ہونا شروع ہوگیا ہے اور امت مسلمہ کے اہل فکر ودانش اور اہل غیرت وایمان امت کو اس کے سابقہ عزت ومقام تک لے جانے کی فکر کرنے لگے جس کا اظہار اہل فکر کے مضامین اور تصنیفات میں ملنے لگا، اور اب تو بکثرت اہل علم اس مسئلہ کو موضوع بنا رہے ہیں، لیکن ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس کو صرف موضوع بحث بنانے سے مقصد پوری طرح حل نہیں ہوسکتا، ضرورت ہے کہ اس کو عمل میں لانے کے لئے رہنمائی کی جائے، اس کے لئے آغاز اسلام میں جو طریقۂ زندگی اور طریقۂ عمل اختیار کئے گئے تھے اس کو اولین نمونہ سمجھا جائے، پہلے خود اپنے اندر ایمان واخلاص اور جذبۂ عمل پیدا کیا جائے، پھر اس کے بعد دوسروں کو اسکی دعوت دی جائے تاکہ ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے۔ اور جہالت وبدعملی، ظلم وستم کا خاتمہ ہو۔

قبر کے تین عذاب یہ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

جب میری امت میں مندرجہ ذیل خصلتیں پیدا ہوں گی تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔

(۱) قوم کا رذیل آدمی اس کا حاکم ہو۔
(۲) سرکاری مال ذاتی بن جائے۔
(۳) امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔
(۴) زکوٰۃ جرمانے محسوس ہونے لگیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح وتجدید کی مختصر تاریخ، مغربی تہذیب کی یلغار، اس کے دفاع کی ابتدائی کوششیں، ان کا تجدیدی کارنامہ اور ان کی سیرت کی تشکیل وتعمیر کے بنیادی عناصر

بلال عبدالحی حسنی ندوی

اصلاح وتجدید کی تاریخ پر ایک نگاہ

یہ اسلام کا نمایاں امتیاز، اس کی بنیادی خصوصیت بلکہ اس کی ابدیت وحقانیت کی ایک دلیل ہے کہ اس کا سدابہار درخت (شجرۂ طیبہ) ہمیشہ برگ وبار لاتا رہا ہے۔ اسلامی تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں ضرورت کے مطابق کوئی مصلح ومجدد نہ پیدا ہوا ہو، یہ اسلام کی تاریخ کا ایسا زریں باب ہے کہ جس میں کوئی دوسرا دین اس کا سہیم وشریک نہیں۔

شروع ہی سے اسلام کے قلب وجگر اور اس کے اعصاب پر ایسے حملے ہوئے کہ کوئی دوسرا مذہب اس کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ دنیا کے دوسرے مذاہب جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں دنیا فتح کرلی تھی اس سے کم درجہ کے حملوں کو سہار نہ سکے اور انھوں نے اپنی ہستی کو گم کردیا۔ لیکن اسلام نے اپنے ان سب حریفوں کو شکست دی اور اپنی اصلی شکل میں قائم رہا، تاریخ اسلام کے ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنھوں نے تحریفات وتاویلات کا پردہ چاک کیا اور حقیقت اسلام اور "دین خالص" کو اجاگر کیا، بدعات اور عجمی اثرات کے خلاف آواز بلند کی، سنت کی پرزور حمایت کی، عقائد باطلہ کی بے باکانہ تردید کی اور مشرکانہ اعمال ورسوم کے خلاف علانیہ جہاد کیا۔

خلافت راشدہ کے دور کے بعد جب قدیم جاہلی رجحانات نیم تربیت یافتہ مسلمانوں اور نئی عربی نسل میں ابھرنے لگے، تعیش وترفہ کا دور دورہ ہوا اور عجمی اثرات اسلامی سوسائٹی پر پڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا جنھوں نے حکومت کے رخ کو بدل دیا، لوگوں کے رجحانات بدل گئے اور قوم کے مزاج ومذاق میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ ان کا دوسرا تجدیدی کارنامہ سنت وحدیث کی تدوین کا ہے، ان ہی کی فکر وتوجہ سے حدیث کے بڑے بڑے مجموعے مرتب ہوئے اور باقاعدہ اس کو مدون کیا گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے جانشین (جن کو سلیمان نامزد کرگیا تھا) حکومت کو پھر اسی ماحول پر لے آئے جس پر وہ سلیمان کے دور میں تھی۔ پھر تعیش کا عمومی رجحان پیدا ہوا، نفاق کے جراثیم پھیلنے لگے اور اسلامی معاشرہ خطرہ میں پڑ گیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وجود میں آئی جنھوں نے اپنی قوت ایمانی، سوز دروں، صحبت وتربیت، وعظ ونصیحت اور دعوت وتلقین سے لاکھوں آدمیوں کو مادیت کے اس طوفان میں تنکے کی طرح بہنے سے بچالیا۔ اس تجدیدی عمل میں ان کے شریک حضرت سعید بن جبیر، محمد بن سیرین اور امام شعبی رحمہم اللہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جب حدیث وفقہ کی تدوین کا مسئلہ سامنے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایسے اذکیاء اور محیر العقول حافظہ رکھنے والے ممتاز افراد پیدا فرمائے جنھوں نے کتب صحاح

مرتب کیں اور اپنے استنباط واجتہاد سے امت کے لئے دین پر عمل کو آسان کردیا۔

فتنۂ خلق قرآن نے جب سر اٹھایا تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے لئے سینہ سپر ہوگئے، یہاں تک کہ حکومت کو جھکنا پڑا اور امام صاحبؒ کی شخصیت اہل حق کی علامت بن گئی۔ جب اعتزال کا فتنہ اٹھا تو امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سامنے آئے اور انھوں نے اپنی زبان وقلم سے اعتزال کے قلب وجگر پر وہ تیشے چلائے کہ اس کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اپنا وجود باقی رکھنا اس کے لئے مشکل ہوگیا۔ پھر جب فلسفہ وباطنیت کا فروغ ہوا تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسا متکلم اسلام پیدا ہوا جنھوں نے اس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا نہ صرف یہ کہ مقابلہ کیا بلکہ اس کی بنیادوں پر حملہ کیا۔ ان کا دوسرا تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے زندگی ومعاشرت کا اسلامی واخلاقی جائزہ لیا، اور اس پر کھل کر تنقید کی اور اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا جن کی ذات سے دین کو بڑا نفع پہنچا اور انھوں نے مسلمانوں کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا، اللہ نے ان کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ اسلامی تاریخ میں کم لوگ اس صفت میں ان کے شریک ہوں گے۔ اسی زمانہ میں امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالس درس سے اصلاح امت کا فریضہ انجام دیا۔ صلیبی حملوں نے جب اسلام کے لئے خطرہ پیدا کردیا تو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے چھکے چھڑا دیے، بالآخر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ذریعہ سے "بیت المقدس" صلیبیوں کے تسلط سے آزاد ہوا۔

جب تاتاریوں نے سر اٹھایا اور لگتا تھا کہ اب شاید دنیا میں اسلام کا کلمہ پڑھنے والے نہ رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں محافظین اسلام پیدا فرمادیے۔ حاصل یہ کہ جب جب کوئی یورش سامنے آئی یا کسی فتنہ نے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ کے لئے کسی ایک شخصیت یا افراد کو کھڑا کردیا جنھوں نے مردانہ وار اس کا مقابلہ کیا۔ شیخ الاسلام عز الدین بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ)، مولانا جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) علامہ ابن قیم (م ۷۵۱ھ)، علامہ ابن رجب حنبلی (م ۷۹۵ھ) پھر ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی (م ۶۲۷ھ)، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (م ۷۲۵ھ)، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (م ۷۸۶ھ)، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ)، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) اور ان کے صاحبزدگان عالی مرتبت، حضرت سید احمد شہید (م ۱۲۴۶ھ) اور ان کے خلفاء رحمہم اللہ سب اسی سلسلۂ اصلاح وتجدید کی کڑیاں ہیں جن سے اسلامی دعوت وعزیمت کی تاریخ روشن وتابناک ہے۔

امام العصر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والاصفات بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اصلاح وتجدید کی تاریخ رقم کرنے والا کوئی مورخ ان کی شخصیت اور اصلاحی وتجدیدی خدمات کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔

عالم اسلام پر مغرب کی یلغار اور اسکے دفاع کی ابتدائی کوششیں

انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں عالم اسلام پر مغرب کی یلغار ہوئی۔ صدیوں پہلے صلیبی جنگوں کو جو زخم کاری عیسائیوں کو لگا تھا وہ اس کے بدلہ لینے کی تاک میں تھے، ان کو موقع ہاتھ آیا اور انھوں نے اس کے لئے اپنی ساری توانائی صرف کردی۔ دوسری طرف اسلامی ممالک اپنی اخلاقی بدحالی اور باہمی انتشار وافتراق سے زار وزار ہو رہے تھے۔ ترکی بھی (جس کو ایک طویل عرصہ تک خلافت اسلامیہ کا مستقر ہونے کا شرف حاصل رہا تھا) مرور زمانہ کے ساتھ خودشناسی وخود اعتمادی کا جوہر کھو چکا تھا، اس کے بالمقابل مغربی تہذیب نئی زندگی، نئی قوت سے معمور اور نئے جوش اور نئی امنگوں سے مخمور تھی۔ وہ اپنے ساتھ ایسا صنعتی، علمی وفکری انقلاب لائی تھی جس کے حدود روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتے جارہے تھے، بالآخر اس نے اسلام کے قلب وجگر حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب میں پنجے گاڑنے شروع کردیے تھے۔ یہ

صورت حال اسلام اور مسلمانوں کے لئے بڑی تشویشناک تھی مگر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جس وسعت فکر، دقت نظر اور قوت وجرأت کی ضرورت تھی اس وقت کے قائدین ومفکرین اور علماء میں اسکی کمی تھی۔

اس سلسلہ میں جن علماء ومفکرین نے فکر وسعی کی ان میں ایک نمایاں نام سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ مگر وہ اپنی طاقتور شخصیت اور غیر معمولی ذہانت اور زور خطابت کے باوجود اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے۔ اور ان کی کوششوں پر سیاسی رنگ غالب رہا، ان کی زیادہ تر توجہ عالم اسلام کی سیاسی وتنظیمی ترقی اور مختلف مسلم ملکوں پر غیر مسلم اقتدار اور برطانوی استعمار کے خاتمہ پر صرف ہوئی، انکے شاگرد مفتی محمد عبدہؒ نے سیاسی کے بجائے دفاعی پوزیشن اختیار کی اور سر سید احمد خاںؒ کی طرح اسلام کے بعض مسلمہ عقائد کی ایسی تاویلیں کیں جن کو علماء اہل حق کبھی قبول نہیں کرسکتے تھے۔

تحریک ''الاخوان المسلمون'' سے اس سلسلہ میں بڑی امیدیں وابستہ تھیں، اگر وہ اپنی صحیح اور طبعی رفتار سے چلتی رہتی تو یہ یقین کیا جاسکتا تھا کہ وہ کم از کم مشرق وسطیٰ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام کرسکے گی لیکن ایک طرف اس تحریک کے رہنماؤں کی عملی سیاست میں ذرا قبل از وقت شرکت کی وجہ سے دوسری طرف عرب نیشنلزم اور سوشلزم کے علمبرداروں کے برسر اقتدار آجانے اور اس تحریک کو پوری قوت کے ساتھ کچل دینے کی بنا پر عالم اسلام اس طاقتور اور وسیع تحریک سے محروم ہوگیا۔

برصغیر ہندوپاک میں جن لوگوں نے مغربی تہذیب پر نکتہ چینی کی ان میں اکبر الٰہ آبادی مرحوم کا نام بھی آتا ہے۔ انھوں نے اپنے مخصوص ومعروف مزاحیہ انداز اور بلیغ وطاقتور اسلوب میں اس پر نشتر زنی کی اور اس کو اپنے دور میں مقبولیت بھی حاصل ہوئی لیکن وہ اس تیز دھارے کو روک نہیں سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جس ادب اور اصلاح کی بنیاد طنز وتعریض پر ہوتی ہے۔ اس کی عمر اور اثرات محدود ہوتے ہیں۔ برصغیر میں اس سلسلہ کا سب سے نمایاں نام ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جن کو جدید مشرق کا سب سے زیادہ بالغ نظر مفکر قرار دیا جاسکتا ہے، انھوں نے مغربی تہذیب وافکار کا بھرپور مطالعہ کیا اور پوری جرأت وقوت کے ساتھ اس پر تنقید کی۔ جدید تعلیم یافتہ نسل نے اس کا گہرا اثر قبول کیا، لیکن بہرحال ان کی یہ کوشش برصغیر کی حد تک محدود رہی۔

طبقۂ علماء میں سب سے پہلے جس شخصیت نے مدافعانہ اور معذرت آمیز لہجہ کے بجائے پوری جرأت کے ساتھ مغربی تہذیب وافکار پر تنقید کی وہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے، ان کی تحریریں اعتماد وقوت سے پر ہوتی تھیں۔ انھوں نے اپنے ابتدائی دور میں اسلامی مسائل اور متکلمانہ وسیاسی مباحث پر جو پرزور مضامین ورسائل لکھے انھوں نے ہندوستان کے اسلام پسند حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل کی، اگر وہ اسی طریقہ پر گامزن رہتے تو شاید معاملہ کچھ اور ہوتا، مگر انھوں نے بعد میں دین کی جدید تفہیم وتشریح کرکے اور وہ نئی تعبیرات اختیار کرکے جن میں وہ حدود سے تجاوز کرگئے تھے صورت حال بدل ڈالی اور خود ان کو اس سلسلہ میں ہدف ملامت بننا پڑا، علماء دیوبند نے جو برصغیر میں اہل حق کی شناخت سمجھے جاتے ہیں برملا ان پر نقد احتساب کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی یہ تحریک اور فکر بھی محدود ہوکر رہ گئی، تاہم ان کی ابتدائی دور کی تحریروں نے بڑا اثر ڈالا اور عالم اسلام پر اس کے اثرات مرتب ہوئے۔

ایسی صورت حال میں عالم اسلام ایسی شخصیت کا منتظر تھا جو ایک طرف اپنی بالغ نظری وسعت مطالعہ، وسعت فکر، توازن واعتدال، پھر دلسوزی ودردمندی میں اعلیٰ مقام پر فائز ہو۔ عربی زبان پر اس کو پوری طرح قدرت حاصل ہو جو عالم اسلام کی سرکاری زبان ہے تو دوسری طرف وہ اخلاص وللٰہیت اور زہد واتقاء میں نمونۂ سلف ہو۔ ان صفات کا امتزاج اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں پیدا فرمایا۔

(باقی آئندہ)

کر عطا ان کو یارب تو قرب و رضا
تو غفور و شکور اور ہے بُرٌّ و عال

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علمی فضل وکمال

مولانا معین الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فضل وکمال کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس عہد مبارک کے ممتاز ترین علماء میں تھے، ان کی ذات ایسی زندہ کتاب خانہ تھی جس میں تمام علوم ومعارف بہ ترتیب جمع تھے، قرآن، تفسیر، حدیث وفقہ، ادب وشاعری وغیرہ کوئی علم ایسا نہ تھا، جس میں ان کو ید طولیٰ نہ رہا ہو۔

تفسیر:۔ بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر وتاویل میں جو مہارت حاصل اور آیات قرآنی کے شانِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں جو وسعت ان کو حاصل تھی، وہ کم کسی کے حصہ میں آئی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو علم وفضل میں ان کے ہمسر تھے، فرماتے تھے کہ عبداللہ بن عباسؓ قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہیں، شقیق تابعی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موسم میں عبداللہ بن عباسؓ نے خطبہ دیا، اور اس میں سورہ نور کی تفسیر بیان کی، میں کیا بتاؤں وہ تفسیر کیا تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی تھی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی، اگر تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۷)

حضرت عمرؓ کی علمی مجلسوں میں برابر شریک ہوتے تھے، اور قرآن پاک کے فہم میں وہ اکثر بڑے صحابہؓ سے بازی لے جاتے تھے، ایک دن فاروق اعظمؓ کے حلقہ مجلس میں اکابر صحابہؓ کا مجمع تھا، ابن عباسؓ بھی موجود تھے، حضرت عمرؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا۔

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ لَہٗ فِیْہَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَہُ الْکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَاءُ فَاَصَابَہَا اِعْصَارٌ فِیْہِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ

(بقرہ۔۳)

''کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کا کھجور کا اور انگور کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں رواں ہوں اس کے لیے ہر قسم کے پھل اس میں موجود ہوں، اور اس شخص پر بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے ناتواں بچے ہوں، اس حالت میں اس باغ میں ایسا بگولہ آیا جس میں آگ بھری تھی، اس نے باغ کو جلا دیا، اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے، شاید تم سمجھو''۔

لوگوں نے کہا اللہ اعلم! حضرت عمرؓ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آگیا، بولے اگر نہیں معلوم تو صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ نہیں معلوم، ابن عباسؓ جھجھکتے ہوئے بولے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو جو دل میں ہو بیان کرو، کہا اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے، جواب گو صحیح تھا، تاہم ناکافی تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کیسا عمل، ابن عباسؓ اس سے زیادہ نہ بتا سکے، تب خود حضرت عمرؓ نے بتایا کہ اس میں اس دولت مند کی تمثیل ہے، جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے، لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہوں میں مبتلا کردیتا ہے، اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ ان کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے ان کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلسوں میں شریک کرتے تھے، بعض صحابہؓ کو اس سے شکایت پیدا ہوئی، انھوں نے کہا کہ اس کو ہمارے ساتھ مجلسوں میں کیوں شریک کرتے ہو، ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہیں، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لیے ایک دن ان کو بلا بھیجا، اور لوگوں سے پوچھا کہ،

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ

(نصر)

''جب خدا کی نصرت اور فتح آگئی تو اے پیغمبر توبہ اور استغفار کرو''۔

کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں، کسی نے جواب دیا کہ نصرو فتح پر ہم کو خدا کی حمد وثنا کا حکم دیا گیا ہے، کوئی خاموش رہا، پھر ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ابن

عباسؓ تمھارا بھی یہی خیال ہے! انھوں نے کہا نہیں، پوچھا پھر کیا ہے! عرض کیا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا جو تم کہتے ہو یہی میرا بھی خیال ہے، درحقیقت حضرت ابن عباسؓ کی فہم تفسیر قرآن میں ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہاں تک مشکل سے دوسروں کا خیال پہنچ سکتا تھا، چنانچہ اس سورہ کا مقصد خاص محرمان اسرار کے علاوہ عام لوگ کم سمجھ سکتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اکثر صحابہؓ میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی کہ اس میں خدا نے فتح ونصرت اور اسلام مقبولیت کے ایفائے عہد استغفار کا حکم دیا ہے، لیکن مقرب بارگاہ رسالت، محرم اسرار نبوت ثانی اثنین فی الغار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھوں سے جوئے اشک رواں ہوگئی کہ اس کی صبح وصل کا نور چھپتا ہوا اور شام فراق کی تاریکی چھاتی ہوئی نظر آگئی تھی، بظاہر اس سورۃ کا آنحضرت ﷺ کی وفات سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا لیکن اگر انسان کے مقصد حیات کو پیش نظر رکھ کر اس کی ترتیب اور اس کے معنی پر غور کیا جائے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے، دنیا میں انسان ایک نہ ایک مقصد لے کر آیا ہے، اور اس کے حصول کے بعد اس کے آنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، پھر قیام کی ضرورت باقی نہیں رہتی، آنحضرت ﷺ دین الٰہی کی تبلیغ کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے، وہ پوری ہو چکی تو خدا نے فرمایا کہ جب خدا کی مدد اس کی فتح آچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں، تو خدا کی تحمید وتقدیس کرو، اس سے مغفرت چاہو، وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، خدا کو کچھ کام تمھارے ذریعہ لینا تھا، وہ لے چکا اب تم کو اس سے ملنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔

حضرت ابن عباسؓ تفسیر میں ہمیشہ عام جامع اور قرین عقل شق کو اختیار کرتے تھے، سورۂ کوثر میں کوثر کی تفسیر آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہؓ اور متعدد اکابر صحابہؓ کے ذریعہ سے منقول ہے، حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سورۂ کوثر کے نزول کے وقت پوچھا، جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول خوب جانتا ہے، فرمایا خدا نے مجھ سے ایک نہر کا وعدہ کیا ہے، جس میں بے شمار بھلائیاں ہیں قیامت کے دن اس حوض پر میری امت آئے گی، حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ کوثر سے مراد نہر لیتے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ خیر کثیر، حضرت ابن عباسؓ کی اس تفسیر سے عطیہ الٰہی کی وسعت اور عظمت بہت بڑھ جاتی ہے اور دوسری تفسیریں بھی اس کے تحت میں آجاتی ہیں، اور قرآن پاک کے سلسلۂ کلام کا بھی یہی اقتضاء ہے کہ کوثر سے مراد خیر کثیر لیا جائے تاکہ اس کے بعد کفار سے برأت (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) اور فتح ونصرت (فتح مکہ) کی بشارت اسی سلسلہ میں داخل ہو جائے،

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔ (شوریٰ)

"کہہ دو اے محمد (تبلیغ رسالت کے عوض) میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا، صرف یہ کہ قرابت داری کی محبت ملحوظ رکھو"۔

عام مفسرین "قربیٰ" سے مراد خاص آنحضرت ﷺ کے اہل بیت لیتے ہیں، لیکن ابن عباسؓ قریش کے تمام قبائل کو اس میں شامل کرتے ہیں، ایک مرتبہ کسی نے ان سے مودۃ فی القربیٰ کی تفسیر پوچھی، سعید بن جبیر بولے اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی قرابت ہے، یعنی آپ کے اہل بیت کی قرابت، ابن عباسؓ نے کہا تم نے جلد بازی سے کام لیا، قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا، جس سے آنحضرت ﷺ کی قرابت نہ رہی ہو، اس آیت میں یہ سب شامل ہیں۔

(بخاری)

تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے فطری ملکہ کے علاوہ شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کے بارہ میں اس قدر حاضر المعلومات تھے، کہ بمشکل کوئی آیت نکل سکے گی جس کے تمام جزئیات اور مَالَهُ وَمَا عَلَيْهِ سے ان کو پوری واقفیت نہ ہو۔

لَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔

(نساء ۹۴)

"اے مسلمانو! اظہار اسلام کے لئے، جو تم کو سلام کرے، اس کو تم خوانخواہ نہ کہو تو مسلمان نہیں ہے"۔

بظاہر یہ ایک عام حکم ہے، اس کی تفسیر بھی ابن عباسؓ کی ممنونِ احسان ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں ایک شخص کچھ مال غنیمت لئے ہوئے تھا، مسلمانوں کا سامنا ہوا تو اس نے سلام کیا ان لوگوں نے (شبہ میں) مار ڈالا، اور مالِ غنیمت چھین لیا، اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

اسی طریقہ سے اس آیت۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ۔ (حجر-۲)

"ہم نے تم میں سے بعض ان لوگوں کو جو آگے بڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں جان لیا ہے اور ان کو بھی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہیں"۔

کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت عورت جماعت کی نماز میں شریک ہوتی تھی، بعض محتاط اشخاص اگلی صف میں چلے جاتے تھے، کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعض دیکھنے کی نیت سے پیچھے رہتے تھے، اور رکوع میں بغل کے راستہ نظر ڈال لیتے تھے، ان کی خیانت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری)

قرآن مجید کا یہ حکم

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

(ال عمران ۱۸۸)

"اور جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

بظاہر انسانی فطرت کے کس قدر خلاف ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے کیے پر خوش ہوتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے اس پر بھی تعریف کا خواہاں رہتا ہے، اگر بہت بلند اخلاق کا شخص ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ دوسرا جذبہ اس میں نہ ہوگا، اس تہدیدی حکم کے استفسار کے لئے مروان نے اپنے دربان کو عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے جاکر پوچھو کہ ہم میں کون ایسا ہے جس کے دل میں یہ جذبہ نہ ہو، اس حکم کے مطابق تو ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے، حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ اس کو ہم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں، یہ ایک خاص موقع پر اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی، پھر یہ آیت۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ (ال عمران ۱۸۷)

"جب خدا نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی ہے یہ وعدہ لیا کہ اسے لوگوں کو کھول کھول کر سنائیں گے"۔

تلاوت کر کے کہا کہ ان کو یہ حکم ملا تھا، مگر انھوں نے بالکل اس کے برعکس عمل کیا ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان سے کسی بات کے متعلق استفسار فرمایا، انھوں نے اصل جواب جو ان کی کتاب میں تھا چھپا ڈالا اور اپنے حسب منشاء دوسرا فرضی جواب دے کر آنحضرت ﷺ پر ظاہر کیا کہ انھوں نے اصل جواب دیا ہے، اور پھر اس فعل پر آنحضرت ﷺ سے خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر شاداں و فرحاں ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں (جیسا کہ اہل کتاب اپنی چالاکی پر خوش ہوتے تھے) اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف کے خواہاں ہوتے ہیں (جیسا کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خوشنودی کے خواہاں ہوتے تھے) تو ایسے لوگوں کے لئے عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (مسند احمد)

ذیل کے واقعہ سے ان کی فراست طبع، دقیقہ سنجی، اور قوت استنباط کا اندازہ ہوگا ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے مجمع میں سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے، تم لوگ اس سے کونسی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتویں، کسی نے پانچویں، کسی نے تیسری بتائی، ابن عباسؓ سے فرمایا کہ تم کیوں نہیں بولتے، عرض کیا کہ اگر آپ فرماتے ہیں تو مجھ کو کیا عذر ہو سکتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے بولنے کے ہی لئے تمھیں بلایا ہے، کہا میں اپنی ذاتی رائے دوں گا، فرمایا ذاتی رائے تو پوچھتا ہی ہوں، کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے چنانچہ فرمایا کہ سات آسمان، سات زمین، ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس میں غلہ، انگور، شاخ، زیتون، کھجور کے درخت گنجان باغ اور میوے اُگائے، یہ بھی سات باتیں ہیں، حضرت عمرؓ نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ تم لوگ اس بچہ سے بھی گئے گذرے ہوئے جس کے سر کے گوشے بھی ابھی درست نہیں ہوئے، یہ جواب کیوں نہ دیا، گو بعض صحابہؓ نے بھی اس کی تعیین کی تھی، لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہیں، سبھوں نے ایک ایک طاق رات اپنے قیاس وفہم کے مطابق لی، کسی نے سات کی شب بھی لی، لیکن ابن عباسؓ نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی، حضرت ابن عباسؓ تفسیر میں نہایت دلیری سے کام لیتے تھے، بعض محتاط صحابہؓ اس دلیری کو ناپسند فرماتے تھے، لیکن بالآخر ان کو بھی ان کی مہارتِ تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا، اور اس نے آیت "کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰـهُـمَا" کا مطلب پوچھا، انھوں نے امتحان کی غرض سے ابن عباسؓ کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھ کر بتاؤ، اس نے جاکر پوچھا، انھوں نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے، زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے، سائل نے واپس آکر یہ جواب حضرت ابن عمرؓ کو سنایا، انھوں نے کہا ابن عباسؓ کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے، مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے، حضرت ابن عمرؓ اس کے بعد قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے، بلکہ ابن عباسؓ کے پاس بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ عمرو بن حبشی نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا، انھوں نے کہا ابن عباسؓ سے پوچھو، قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں۔

علوم قرآنی میں علم النسخ کی اہمیت بالکل عیاں ہے، حضرت ابن عباسؓ اس بحر زخار کے بھی شناور تھے، اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن میں متحضر تھے، یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ کی لب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے، ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا، اس سے پوچھا ناسخ و منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہیں، ان نے کہا نہیں، فرمایا "تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا"۔

گو حضرت ابن عباسؓ قرآن کی تعلیم میں بخل نہ کرتے تھے، اور ان کا دروازہ ہر طالب قرآن کے لئے کھلا ہوا تھا، تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت ہوگی اور ہر کس و ناکس فہم قرآن کا مدعی ہو جائے گا، تو امت میں اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا، ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمرؓ کو بھی کرنا پڑا، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سارے ممالک محروسہ میں حافظ قرآن مقرر کردیئے تھے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیں، ایک دن ابن عباسؓ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حاکم کوفہ کا خط آیا کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا حضرت عمرؓ نے یہ مژدہ سن کر تکبیر کا نعرہ لگایا، لیکن ابن عباسؓ بولے کہ اب ان میں اختلاف کا تخم پڑ گیا، حضرت عمرؓ کے دل میں ان کا کہنا کھٹکتا رہا، چنانچہ آدمی بھیج کر ان کو بلا بھیجا، انھوں نے عذر کردیا، دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا، اس تاکید پر یہ چلے آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی، انھوں نے کہا پناہ بخدا اب میں کبھی دوبارہ کوئی خیال نہ ظاہر کروں گا، حضرت عمرؓ نے کہا میں طے کر چکا ہوں کہ جو تم نے کہا تھا اس کو کہلوا کر رہوں گا، اس اصرار پر انھوں نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والوں نے اتنا قرآن یاد کرلیا، اس پر میں نے کہا کہ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا، حضرت عمرؓ نے کہا یہ تم نے کیسے جانا، انھوں نے سورہ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ، وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ،

(بقرہ. ۲۵)

"اے محمد! لوگوں میں سے بعض ایسے آدمی ہیں جن کی باتیں تم کو دنیاوی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی دلی باتوں پر خدا کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ دشمنوں میں بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ تمھارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک میں پھرے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا، اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو ان کو عزتِ نفس گناہ پر آمادہ کرے، ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے، اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر شفقت کرنے والا ہے"۔

بقیہ: بھٹکل میں مولانا علی میاںؒ اکیڈمی

نقوش و تاثرات" (مصنف: مولانا محمد الیاس ندوی) (۳) "جلوۂ رحمت" مصنف: کوثر جعفری صاحب، مذکورہ کتابوں کا تعارف مولانا محمد شعیب ندوی نے کرایا اور نظامت کے فرائض مولانا مقبول صاحب ندوی نے انجام دیئے۔

سفر شام

مشاہدات و تاثرات کے آئینہ میں

شیخ ابرار احمد ندوی

اس سال ہمارے دو ندوی نوجوان استاد مولوی شیخ ابرار احمد ندوی اور مولوی محمد فیصل بھٹکلی ندوی کو سفر حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ حج کے بعد انھوں نے شام کا سفر کیا کہ سیاحت و شخصیات سے ملاقات کا فائدہ ہو۔ اکی مختصر روداد نوجوانوں کے فائدہ کے لئے دی جارہی ہے۔ (ادارہ)

یہ اللہ رب العالمین کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اور ہمارے رفیق محترم فیصل بھٹکلی صاحب کو امسال حرمین شریفین کی زیارت اور حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز فرمایا حرمین شریفین جس کا ذرہ ذرہ چشم عقیدت و محبت کیلئے سرمۂ بصیرت سے کم نہیں۔ ان کی زیارت بہت بڑی خوش نصیبی کی بات ہے، اور حج کے بعد زیارت ارض مبارک "شام" کا حسین موقع عنایت فرمایا، جس کے فضائل قرآن و حدیث شریف میں حرمین شریفین کے بعد سب سے زیادہ ہیں، اور بقول عالم ربانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ "حرمین شریفین کے بعد اگر کسی شہر کو میں اپنا محبوب ترین شہر کہہ سکتا ہوں تو وہ دمشق ہے" (دریائے کابل سے دریائے یرموک تک ص ۱۶۶) ہم نے بھی بچپن ہی سے شام کا نام سنا اور پڑھا تھا، لیکن سفر شام کا ایسا پرزور داعیہ کبھی نہ پیدا ہوا جو دل میں ایک چبھن پیدا کردے۔ خدا کا فضل یہ ہوا کہ سال گزشتہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی دعوت پر جامعہ دمشق کے دو مؤقر استاذ محدث جلیل علامہ نور الدین عتر رئیس کلیۃ علوم القرآن والحدیث جامعہ دمشق اور ڈاکٹر بدیع السید اللحام وکیل کلیۃ الشریعۃ جامعہ دمشق استاذ زائر کی حیثیت سے دو ہفتہ کے لئے دارالعلوم تشریف لائے، راقم اور اس کے رفیق درس مولانا عبدالسلام خطیب ندوی اور مولانا فیصل احمد ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کو شیخین کی رفاقت و خدمت پر مامور کیا گیا، بس یہی دو ہفتہ کی رفاقت ہمارے سفر کے لئے مہمیز کا کام کرگئی اور شوق شام کی دبی چنگاری کو ہوا دے گئی اب اشتیاق روز بروز بڑھتا ہی گیا، اور ایک جذبۂ عاشقانہ بن کر ستانے لگا، اور یہ ایک حقیقت ہے "العشق یحرق ماسوی المطلوب" اب سفر حج کے ساتھ سفر شام کی کوشش بھی پرزور طریقہ سے شروع ہوگئی اور اللہ نے ہمیں بہتر کامیابی عطا فرمائی۔ بہرحال سفر حج سے واپسی پر اپنے رفیق درس و تدریس مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی "جن کو اللہ نے اچھا تاریخی و علمی ذوق عطا فرمایا ہے" کی رفاقت میں ۲۳/ مارچ ۲۰۰۲ء کو شام کی مبارک سرزمین دمشق پہونچے، ایئرپورٹ پر ہمارے ندوی طلباء عزیزم سالم میرٹھی، اسامہ کاندھلوی، ہارون کشمیری، ابوشحمہ و غضنفر نے پرتپاک استقبال کیا، اور عزیزم عبدالماجد غوری سلمہ اللہ معلم معہد الفتح الاسلامی دمشق کے فلیٹ "حی ابن عساکر" میں قیام رہا، یہ فلیٹ معہد الفتح الاسلامی کی جانب سے ندوی مہمانوں کے قیام کی رعایت ہی میں دیا گیا ہے، خیر خورد و نوش، طعام و قیام اور ذاتیات کے تذکرۂ لاحاصل سے میں اپنے قلم کو اصل موضوع کا رخ دیتا ہوں۔

دمشق اپنی تاریخی قدامت کے باوجود حسن و جمال میں کسی جدید و متمدن شہر سے کم نہیں، بلکہ قدیم و جدید فن تعمیر کا امتزاج شہر کے حسن و جمال کو دوبالا کردیتا ہے، مزید موسم کی رعنائی و خوشگواری اور شامیوں کی نفاست و لطافت اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیتی ہے، جس سے طبیعت میں عجیب سرور و مستی پیدا ہوجاتی ہے، اسی وجہ سے ملک کی اقتصادی

ومعاشی پسماندگی کے باوجود کثیر تعداد میں یوروپی سیاحوں نے دمشق کو اپنی آبجگاہ بنا رکھا ہے، لیکن ایک دینی طالب علم اور علمی ذہن کے لئے شام اپنے جمال نہیں بلکہ کمال کی وجہ سے باعث کشش ہے، ملک شام کے گوشہ گوشہ اور شہر دمشق کے کوچہ کوچہ سے اسلامی تاریخ وابستہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم سے نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تک سیکڑوں انبیاء علیہم السلام واولیاء عظام کی قدم بوسی کا جس سرزمین کو شرف حاصل ہو؛ بھلا وہ مبارک وقابل احترام کیوں نہ ہو، صرف جبل قاسیون ہی کو لیجئے یہ پہاڑ شہر دمشق پر اسی طرح سایہ فگن ہے، جیسے دھرہ دون پر مسوری کے پہاڑ اس پر دسیوں انبیاء علیہم السلام اور انکے اتباع وانصار مدفون ہیں، آج بھی مکانات کی تعمیر میں کھدائی کے وقت صحیح سالم نعشے نکلنے کا سلسلہ جاری ہے، جبل قاسیون کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قابیل نے ہابیل کو یہیں قتل کیا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکے حواری یہاں عبادت کیا کرتے تھے، ایک روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر یہیں بتائی جاتی ہے، اس طرح بہت سی تفصیل جبل قاسیون کے متعلق ہے، جن کو "حدائق الأنعام فی فضائل الشام" تالیف عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن عبدالرزاق میں دیکھا جاسکتا ہے۔

تاریخ دمشق کا ایک حسین باب جامع اُموی بھی ہے، جامع اُموی بنوامیہ کے مشہور خلیفہ ولید بن عبدالملک کی تعمیر کردہ ہے۔ اسکی تعمیر پر اسوقت ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار خرچ ہوئے تھے۔ اسمیں علیحدہ علیحدہ مسلک کے اعتبار سے چار مصلے ہیں۔ لیکن اب ایک ہی جماعت ہوتی ہے۔ لیکن اس میں ایک نئی چیز دیکھی کہ چار موذن ملکر ایک ساتھ جمعہ کی اذان کہتے ہیں، اور چاروں صف اول میں ملکر کھڑے ہوتے ہیں اور یک زبان تکبیر بھی کہتے ہیں، اور خطبہ جمعہ میں امام کے ہاتھ میں عصا کے بجائے تلوار ہوتی ہے، اگرچہ علامہ ابن القیم علیہ الرحمہ نے اسکو جہال کی بدعت قرار دیا ہے۔ "ولم یکن یاخذ بیدہ سیفاً ولا غیرہ وانما کان یعتمد علی قوسٍ او عصا قبل ان یتخذ منبراً ولم یحفظ عنہ انہ اعتمد علی سیف"

(زاد المعاد الجزء الاول ص ۴۱۴)

مسجد کے اندرون میں مقبرہ بنا ہوا ہے، مشہور یہ ہے کہ یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مدفون ہے، اور مسجد کے بائیں جانب قبلہ رخ پر مقام خضر وہود علیہ السلام بھی ہے، جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہ ان حضرات کی عبادت گاہ ہے، جامع اموی میں شیخ عبدالرزاق حلبی کا درس ہوتا ہے، جو شام کے قدیم علماء ومشاہیر میں ہیں، جامع اموی سے متصل تاریخ اسلام کے بطل جلیل نور الدین زنگی اور انکے جانشین صالح سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہا اللہ کی تربت ہے، جن کی زیارت سے اسلامی غیرت جاگ اٹھتی ہے، اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یاد ستانے لگتی ہے، زائر کچھ دیر کے لئے ماضی کی یادوں میں گم ہو جاتا ہے، یہاں ان اسلاف کی میراث گمشدہ بلکہ صحیح معنی میں گم کردہ پر ندامت کے آنسو بہانے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے، ابھی چند قدم آگے بڑھے تھے آنکھوں کے اشک خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ سوق الحمیدیہ کا مستطیل ومسقف سلسلہ شروع ہوگیا، جہاں انواع واقسام کی ہر چیز دلوں کو لبھا رہی تھی۔ اور "ھل من مزید" کے دیوانے پروانہ کے مثل عشق وفریفتگی سے سودا کر رہے تھے۔ یہ بازار اپنے حسن ترتیب میں یکتائے روزگار ہے، یہ قدیم ضرور ہے، لیکن دوکانوں نے جدید تمدن کی ادائیں سیکھ لی ہیں، اب ہم سوق الحمیدیہ کی زرق وبرق فضا سے گذرتے ہوئے حلبونی پہونچ گئے، یہ بھی دمشق کا قدیم بازار ہے، محل وقوع کے اعتبار سے قلب شہر میں واقع ہے، یہاں سوق الحمیدیہ کی سی ہماہمی نہ تھی بلکہ پرسکون ماحول کا سماں تھا، اسکو صحیح معنی میں بازار نہیں اہل علم کا دیار کہنا چاہئے۔ جہاں دنیائے علم کے نامور تجارتی مکاتب، دار ابن کثیر، دار الفکر، دار القلم، دار البیروتی اور ان جیسے بیسیوں، قدیم سے قدیم اور جدید سے جدید کتابوں سے آراستہ اور پر تھے، ہم نے بھی موقعہ غنیمت سمجھ کر کتب خریدیں، عرب ممالک میں کتب خریدنے کے لئے یہ جگہ سب سے مناسب ہے۔ یہاں بیروت سے شائع ہونے والی کتابیں بھی، بیروت کی بہ نسبت سستی ہیں، خصوصاً یہ مکاتب طلبائے دینی اور مدارس اسلامیہ کے کتب خانوں کو بڑی فراخدلی سے کتب فروخت کرتے ہیں، دمشق اور ہندوستان میں ہم نے

کتابوں کی قیمت میں عموماً ۴۰% اور بعض کتابوں پر ۵۰% کا فرق پایا۔ اسلئے شائقین کتب اگر براہ راست ان مکاتب سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو خطوط یا انٹرنیٹ کے ذریعہ کر سکتے ہیں، اور زر مبادلہ کی شکلیں بھی معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اس کے بعد ہمارے قدم کچھ آگے بڑھے تو شان دمشق "جامعہ دمشق" جا پہونچے یہاں کلیۃ الشریعہ میں وفور شوق سے حاضری ہوئی، لیکن قدم کی تیزی کے ساتھ جذبات سرد مہری کا شکار ہوتے رہے، اور اندازہ ہوا کہ سیاسی وملکی مدوجزر کی زد سے یہ آہنی قلعہ بھی شکست وریخت کا شکار ہوگیا ہے، اور تمدن جدید اپنا سایہ ڈال چکا ہے، جس کی وجہ سے نہ وہ پہلا سا علمی معیار ووقار باقی رہا ہے، نہ عملی تدین، جامعہ میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے جس کے ناقابل ذکر مناظر صاف عیاں تھے، خیر "لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا" ہمیں اپنے بعض ہندوستانی طلباء نے بتایا کہ جامعہ دمشق کا ہندوستانی سرکاری جامعات سے دس طلباء کا معادلہ ہوا ہے۔ یہاں ان طلباء کو داخلہ مع وظیفہ مل سکے گا جن کو حکومت ہند کی طرف سے اجازت حاصل ہوگی۔ جامعہ دمشق کے علاوہ یہاں غیر حکومتی ادارے بھی ہیں، جیسے مجمع اَبی النور، یہ شیخ احمد کفتارو مفتی جمہوریہ سوریہ حفظہ اللہ کی سرپرستی میں چل رہا ہے، جسکا الحاق جامعہ لیبیا سے ہے، فی الحال ندوۃ العلماء سے ثانویہ پڑھ کر جانے والے طلباء کا الحاق بھی اسی مجمع اَبی النور سے ہے، یہاں بیرونی طلباء کے قیام وطعام کا معقول نظم ہے۔ مزید ذاتی ضروریات کا تکفل طالب علم ہی کے ذمہ ہوتا ہے مجمع اَبی النور کی مسجد اچھی خاصی بڑی ہے، لیکن طلباء کی رہائش گاہ میں وسعت نہ ہونے کی وجہ سے دومنزلہ بیڈ کا نظام ہے، اس کے علاوہ معہد الفتح الاسلامی بھی دمشق کا قابل ذکر دینی ادارہ ہے، اسمیں بھی چند ہندوستانی وپاکستانی طلباء زیر تعلیم ہیں، یہاں دراسات علیا تک کی تعلیم ہوتی ہے، یہ جامعۃ الازہر مصر سے ملحق ہے، اسلئے جامعۃ الازہر کے نہج پر تعلیم ہوتی ہے، اس کے بانی مرحوم شیخ صالح الفرفور ہیں، انکی وفات کے بعد اس کے مدیر مرحوم کے فرزند حسام الفرفور اور سرپرست شیخ عبدالرزاق حلبی ہیں، یہاں ہاسٹل کا کوئی نظم نہیں ہے، خال خال کسی طالب علم کو دے دیا گیا۔ عمومی طور سے قیام وطعام کا طالب علم خود کفیل ہوتا ہے، لیکن یہاں تعلیم وتربیت کا اچھا نظم ہے، طلباء مثقف اور دینی وضع وقطع میں نمایاں نظر آئے۔

معہد الفتح الاسلامی کے احاطہ میں شہر نوی کے ایک طالب علم فادی بن طعمہ الجندی سے ملاقات ہوئی انکو بیس ہزار احادیث حفظ یاد ہیں، اور سنئے ایک چودہ پندرہ سال کا بچہ حافظ قرآن اور اسکو سات ہزار احادیث حفظ ہیں اس سے بھی زیادہ قابل تعجب اور قابل تقلید بات یہ ہے کہ ہمارے مخدومی ومحب علامہ نور الدین عتر نے بتایا کہ ہمارے یہاں بچیوں کو صحاح ستہ حفظ کرائی جاتی ہے۔ دسیوں بچیوں کو جنکی عمر ۱۸ر سے ۲۲ر سال کے درمیان ہے انکو صحاح ستہ حفظ ہیں۔ اللھم بارک فیھن

یہاں کے نظام تعلیم میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ماہرین فن اساتذہ کی تدریسی خدمت کسی ایک جامعہ تک محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ دو۲ تین۳ محاضرات ہفتہ میں دوسرے جامعات میں بھی دیتے ہیں، ان ہی ایام میں ہم نوی، درعہ، بصرہ، حمص وحلب بھی گئے، نوی میں امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی صاحب ریاض الصالحین کی تربت کی زیارت ہوئی، جہاں نوی کے اس شہنشاہ بے نوا کے اخلاص وللّٰہیت کا کھلا کرشمہ دیکھا، وہ یہ کہ اہل عشق نے دسیوں مرتبہ آپکی تربت پر قبہ بنانا چاہا، لیکن ہر بار گر جاتا ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ نوی میں نہ جس کے مکان کا پتہ ہے نہ خاندان کا نام ونشان، اس کا نام بھی زندہ ہے اور کام بھی، گویا وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ" اور آیت قرآنی "اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ" کا سراپا نمونہ ہے، نوی سے آگے بڑھے تو اب ہم درعہ پہونچے، یہ اردن کی سرحد سے متصل ہے، درعہ میں مفتی شہر عبدالعزیز ابوزید سے نیاز حاصل کیا، مفتی صاحب اسّی۸۰ سال سے متجاوز ہیں، لیکن اس پیرانہ سالی کے باوجود آپ مسند افتاء پر جلوہ افروز اور فرض منصبی کی ادائیگی میں پورے استحضار سے منہمک تھے، مفتی صاحب کی مجلس سے استفادہ کرنے کے بعد ہمارا قافلہ بصرہ کی طرف چلا، ایک روایت کے مطابق جس سرزمین کو از قبل نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے یہاں

بحیرہ راہب کا مکان بھی خستہ حالت میں دیکھا جس کو دیکھ کر زائر تھوڑی دیر کے لئے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھو جاتا ہے، پھر جیسے ہی چند قدم آگے بڑھے تو علامہ ابن کثیر کی مسجد ومدرسہ ملا، اس حجرہ کی بھی زیارت نصیب ہوئی جسمیں علامہ ابن کثیر کا قیام رہتا تھا، اور وہاں آپ تفسیر ابن کثیر تالیف فرمایا کرتے تھے، لیکن مسجد ومدرسہ ویرانہ سا ہے اس ویرانہ پن کو دیکھ کر وحشت سی ہوئی، لیکن خیال آیا مکان ویران ہے تو کیا ہوا، مکین تو زندہ جاوید ہے مدرسہ ابن کثیر کھنڈر وظلمت کدہ ہے لیکن اس کے شاگرد آفاق عالم میں آفتاب ومہتاب بنکر چمک تو رہے ہیں، یہاں قلم کی اہمیت کا احساس جاگا اور تصنیف وتالیف کی اہمیت سمجھ میں آئی۔

اب ہم کچھ اور آگے بڑھے تو اپنے آپ کو رومن ایمپائر کے عظیم قلعہ کے سامنے کھڑا پایا، جہاں نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ ہرقل کو پہونچانے کیلئے بھیجا گیا تھا، یہ بیزنطینی دور کا عظیم قلعہ ہے جس سے موجودہ فن تعمیر نے بہت سی ادائیں سیکھی ہیں، اب لب شام ہم اپنے جائے قیام کو واپس ہوئے۔

دوسرے دن حمص کی راہ لی یہاں فاتح شام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر پر حاضری ہوئی، فاتحہ خوانی کے بعد جب اشک میں ڈوبی نگاہیں آپکی آرام گاہ پر مرکوز ہوئیں تو آپکی جواں مردی وشجاعت، بے مثال قربانی اور اسلام کے ساتھ وفاشعاری کا نقشہ نگاہوں میں گھومنے لگا، اور اپنے آپکو وھن یعنی "حب الدنیا وکراهية الموت" کے کٹہرے میں کھڑا پایا۔ شوق شہادت کی دعاؤں کے ساتھ آگے بڑھے تو خلیفہ خامس عمر بن عبدالعزیز کی تربت پر حاضر ہوئے، اللہ اللہ یہ کتنی مقدس سرزمین ہے، اسلام کی کیسی کیسی عظیم امانتوں کو اپنی گود میں لئے ہوئے ہے، ہر جگہ دیدۂ بینا اور گوش شنوا کے لئے ایک درس ہے۔ کاش، ہم تہی دامنوں کو بھی انکے قلزم عرفاں سے چند قطرے مل جائیں، اسی احساس کم مائیگی کے ساتھ یہاں شب گذاری کو اپنے لئے سعادت سمجھا۔

دوسرے دن حلب پہنچے۔ جتنا پیارا نام اتنا ہی پیارا شہر موجودہ فن تعمیر کے اعتبار سے دمشق سے بھی زیادہ خوبصورت یہاں محمد ندیم الشہابی سے ملاقات ہوئی اور ان کے درس حدیث میں بھی شرکت نصیب ہوئی، یہاں کے دیگر مشائخ سے ملاقات کرنا چاہا، لیکن سوء اتفاق فون پر کسی سے رابطہ نہ ہوسکا، اور وقت کی تنگ دامنی مزید قیام کی اجازت نہیں دے سکتی تھی، اس لئے اس صدی کے مشہور محدث شام علامہ عبداللہ سراج الدین کی تربت پر حاضری دیتے ہوتے جن کا ابھی حال ہی میں وصال ہوا ہے، رات ہی دمشق واپسی ہوگئی۔

اب دمشق میں الباب الصغیر کا قصد کیا۔ یہ دمشق کا قدیم قبرستان ہے، یہاں بے شمار صحابہ کرام وتابعین واولیاء عظام مدفون ہیں، ہم تربت گاہوں سے گذرتے ہوئے مؤذن رسول حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی تربت پر حاضر ہوئے، قدم چلتے چلتے رک گئے، نگاہیں جم کر رہ گئیں، سکتہ سا طاری ہوگیا، دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں، خیالات کی دنیا جاگ اٹھی، کیا یہ وہ ہی بلال ہیں جن کو کلمۂ احد کی خاطر ستایا گیا، آگ پر لٹایا گیا، کبھی خون سے نہلایا گیا اللہ اللہ، کیا یہ وہی بلال ہیں جن کو بھاری اور گرم پتھروں کے نیچے دبایا گیا، ہائے افسوس، ایسے بلالؓ کو پیش کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی سوغات نہیں انھی حسرتوں کے ساتھ آگے بڑھے اور دوسرے مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ام مکتوم اور بہت سے اہل بیت کو سلام حضوری پیش کرتے ہوئے ہم الباب الصغیر سے رخصت ہوئے اور اب عمائدین، علم وفن علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن کثیر، علامہ ابن صلاح علیہم الرحمہ کی قبروں پر حاضری ہوئی، اللہ اکبر تینوں علمی دنیا کے شہنشاہ کس سکون کے ساتھ گوشہ عافیت میں آرام فرما رہے ہیں، انکی قبروں پر نہ کوئی ہجوم ہے نہ عاشقوں کی آمد ورفت ایسا لگا، جیسے ابھی بھی خانہ نشیں ہوکر کسی علمی تحقیق میں گم ہیں، جہاں ہر کس وناکس کی آمد ورفت ممنوع ہو، یہاں انکے علم وفہم پر رشک آیا، آج علماء انکے اقوال سے اپنے صاحب علم ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں، یہاں سے علمی رسوخ اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احساس لیتے ہوئے امام تصوف شیخ محی الدین ابن عربی کی تربت پر پہونچے۔ یہاں قائد اسلام شیخ عبدالقادر الجزائری کو بھی آرام کرتے ہوئے پایا۔ یہاں اہل عقیدت کا ازدحام تھا، اسلئے زیارت کے

بعد مسجد شیخ میں عصر کی نماز پڑھ کر اپنے مستقر چلے آئے۔

اب مشائخ شام واھل علم کی زیارت کی باری تھی، الحمد للہ ہم نے اثناء قیام میں بیشتر علماء سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ جن میں چند چیدہ اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ احمد کفتارو مفتی جمہوریہ سوریہ
(۲) ڈاکٹر علامہ سعید رمضان البوطی
(۳) محدث جلیل عبدالقادر ارنوط
(۴) ڈاکٹر مصطفیٰ الخن
(۵) شیخ حسام الفرفور
(۶) احمد راتب نابلسی
(۷) علامہ نورالدین عتر
(۸) ڈاکٹر ہشام البرھانی
(۹) شیخ عبدالرزاق حلبی
(۱۰) ڈاکٹر بدیع السید اللحام وغیرہ

ان اساطین علم وفن کا تعارف اور ملاقاتوں کا خلاصہ پیش کرنے کیلئے دسیوں صفحات درکار ہیں جن کو ہمارے رفیق محترم مولانا فیصل احمد ندوی تفصیل سے کتابچہ کی شکل میں انشاء اللہ پیش کریں گے۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر میں اس موقعے سے مادر علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تذکرہ نہ کروں، حقیقت یہ ہے کہ ہر جگہ دارالعلوم کے انتساب کی وجہ سے بڑی عزت افزائی ہوئی، حتی کہ عرب نوجوان بھی الندوی انتساب کے بڑے قدرداں اور شائق ہیں جس کا دسیوں نوجوانوں نے برملا ہم سے تذکرہ کیا، اور دارالعلوم میں داخلہ کی خواہش بھی ظاہر کی۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عرب نوجوانوں میں یہ روح ہمارے مرشد ومحب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی علیہ الرحمہ نے ہی پھونکی ہے، جسکا اعتراف طالب علم سے لے کر عمائدین علم وفن تک نے کیا ہے، یاد نہیں سفر شام میں اہل علم کی کوئی مجلس ہوئی ہو اور اسمیں حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا تذکرہ نہ ہوا ہو۔ اللہ حضرتؒ کی تربت پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے، اور ہمارے اس سفر شام کو قبول فرمائے۔ آمین۔

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق وشرر سے ملے ہوئے

نظر کی حفاظت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا: بتاؤ عورت کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟ صحابہ خاموش رہے، حضرت علی چپکے سے اٹھ کر گھر گئے اور حضرت فاطمہؓ سے پوچھا۔ انہوں نے برجستہ جواب دیا "عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ غیر مرد اسکو نہ دیکھیں اور وہ غیر مردوں کو نہ دیکھے"۔

(حلیت الاولیاء ج ۲ ص ۴۰۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۰۲)

The fragrance Of East

انگریزی سہ ماہی رسالہ "فریگرینس آف ایسٹ" کا تازہ شمارہ جو اپریل۔ جولائی اور اکتوبر ۲۰۰۲ء کا مجموعہ ہے "گجرات کی تباہی" پر خاص شمارہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

اس کی دستاویزی حیثیت کا اندازہ اس کے مطالعہ ہی سے معلوم ہوسکے گا۔ خاص شمارہ کی قیمت ۱۰۰ر روپیہ ہے رجسٹری ڈاک ۲۵ر روپیہ ہے۔

فریگرینس کے سالانہ خریداروں کو خاص نمبر بغیر کسی زائد رقم کی ادائگی کے بھیجا جائیگا، البتہ انھیں ۲۵ر روپے رجسٹری ڈاک کے لئے روانہ کرنا پڑیں گے، اگر آپ کا سالانہ چندہ ختم ہوگیا ہو تو تجدید کرالیں، نیز اپنے حلقہ احباب میں اسکی توسیع واشاعت میں تعاون فرمائیں۔

ملنے کا پتہ:۔

(فریگرینس آف ایسٹ معرفت دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ)

الصدیقؓ

شمس الحق ندوی

سر میں جہاں بھی کسی کا ہاتھ لگتا بال ہاتھ میں آجاتے اس لئے کہ اس کو بچانے میں جو ساری انسانیت کو بچانے آیا تھا خود اپنوں نے، اپنے شناساؤں اور اپنی ہی بستی کے لوگوں نے اتنا مارا تھا کہ پورا سر زخم بن گیا تھا۔

پورا مدینہ غم میں ڈوبا ہوا ہے ہر فرد حواس باختہ ہے کوئی اپنے ہوش ہی میں نہیں، کسی کو یقین ہی نہیں آرہا ہے کہ رشد و ہدایت کا وہ آفتاب غروب ہوگیا ہے جو پوری دنیا کو ظلمت و تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکالنے کے لئے طلوع ہوا تھا، لیکن وہی زخمی سر والا شخص آتا ہے، کسی سے کچھ کہے بغیر حجرۂ مبارک میں داخل ہوتا ہے چہرۂ انور سے چادر اٹھاتا ہے اس پیشانی مبارک کو بوسہ دیتا ہے جو دیر تک اپنے رب کے حضور سجدہ میں پڑی رہتی تھی، اس کے ہونٹ پیشانی مبارک سے جدا ہوتے ہی یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں طبت حیاً و طبت میتاً، حجرہ سے نکل کر سامنے آتا ہے، اس غم کی حالت میں جس نے کلیجہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے حاضرین کے سامنے پورے وقار و اعتماد کے لہجہ میں کہتا ہے:

من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات و من کان یعبد الله فا ن الله حیّ لا یموت، اس کی زبان سے جب یہ آیت شریفہ وما محمدٌ الا رسولٌ قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ادا ہوئی تو اس کے کانوں میں پڑتے ہی وہ شخص جو جلال میں تلوار لئے پھر رہا تھا کہ جو کہے گا کہ محمدؐ کا انتقال ہوگیا ہے میں اس کی گردن اڑا دوں گا، اپنے آپے میں آجاتا ہے اور اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ آیت ابھی ابھی نازل ہوئی ہے، مجمع پر سکتہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تجہیز و تکفین کا نظم ہوتا ہے لوگ تدفین سے فارغ ہو کر واپس آتے ہیں تو فاطمۃ الزہرأؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں کہ تمھارے ہاتھوں سے جسد مبارک پر مٹی ڈالی کیسے گئی؟

غم ویاس کا یہی عالم ہے لوگ نڈھال اور زار و قطار رو رہے ہیں اور مدینہ سے باہر کی دنیا کا یہ عالم ہے کہ اس خبر کے پھیلتے ہی مختلف قبائل مرتد ہو چکے ہیں، ادھر لشکر اسامہ سفر کے لئے پابہ رکاب ہے، دوسری طرف خطرات کا یہ عالم ہے کہ مدینہ منورہ مرتدین کی فوجوں سے گھرا ہوا ہے۔ خطرات کی انہی گمبھیر فضاؤں میں مانعین زکوٰۃ کے وفود آئے ہوئے ہیں کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے، صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر تمام صحابہ نرمی کا رویہ اختیار کرنے کا رجحان رکھتے ہیں حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جیسا جری و بہادر بھی یہی کہتا ہے، حضرت عمرؓ کے الفاظ سنتے ہی وہ شخص جو رقیق القلب و نرم خو مشہور تھا حتیٰ کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کو قتل کے بجائے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی تھی۔

بڑے جوش و جلال کے ساتھ حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

أجبار فی الجاهلية و خوار فی الاسلام۔ تم زمانہ جاہلیت میں تو بڑے پُر جلال و غضبناک تھے اسلام کے بعد کمزور ہوگئے؟

وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا، دین کمال کو پہنچ چکا! کیا میرے جیتے جی اس میں کتر بیونت ہوگی۔

اینقص الدین و أنا حیّ

خدا کی قسم اگر رسی کا ایک ٹکڑا بھی دینے سے انکار کریں گے تو میں جہاد کروں گا۔

حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے لشکر اسامہ کو روانہ کرنے میں تردد کا اظہار کیا جاتا ہے، اس نحیف و ہلکے پھلکے جسم والے کی زبان سے یہ پر جلال آواز نکلتی ہے، اگر میں مدینہ میں تنہا رہ جاؤں اور مجھے درندے نوچیں تب بھی میں اس لشکر کو اس جواں سال سپہ سالار کی کمان میں روانہ کر کے رہوں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا۔

ایک صحابی اپنے کچھ ذاتی مسائل پیش کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے "میں اس وقت دو شیروں (روم و ایران) کو زیر کرنے کی فکر میں ہوں جو مسلمانوں کی تاک میں ہیں، اور تم میری توجہ معمولی کاموں کی طرف کرتے ہو۔

صاحبزادہ عبدالرحمٰن ایمان لا چکے ہیں باپ کے مقابلے میں بدر و احد دونوں میں لڑ چکے ہیں

عرض کرتے ہیں کہ آپ دو مرتبہ میرے نشانہ پر آئے لیکن باپ ہونے کے سبب چھوڑ دیا۔ جواب میں آپ کی زبان اس طرح کھلتی ہے جان پدر تم اگر میرے نشانہ پر آگئے ہوتے تو میں قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔

غزوۂ بدر کی نازک ترین نہایت کٹھن گھڑیاں ہیں رسول خدا عریش کے سایہ میں مصروف دعا ہیں اس خوفناک موقع پر آپ کا محافظ یہی مرد باصفا ہے، اُحد کے معرکۂ خوفناک میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے ہیں وہاں سے نکالنے اور سہارا دینے والا مرد مومن بھی یہی ہے۔ غزوۂ حنین کے ہوش اڑا دینے والے حالات میں بھی یہی ساتھ رہے۔ وطن عزیز مکہ چھوٹ رہا ہے دولت کدہ دشمنوں کے نرغہ میں ہے، رات کی تاریکی میں معجزانہ طور پر ان کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے نکلے، غار ثور پہنچتے ہیں، رفیق سفر پہلے غار میں داخل ہوتا ہے اس کو صاف اور محفوظ کرتا ہے۔ ایک سوراخ بند کرنا باقی ہے بند کرنے کے لئے کچھ نہیں ملتا تو اپنا انگوٹھا اس میں لگا کر اپنے زانو پر سرور عالم کے سر مبارک کو رکھ کر استراحت کا اہتمام کرتا ہے، آپ کو نیند آگئی ہے، رفیق سفر کے انگوٹھے میں سانپ نے ڈس لیا ہے، شدت تکلیف کے باوجود زانو کو حرکت نہیں ہونے پاتی کہ آپ کی نیند میں خلل پڑے، شدت تکلیف سے آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کے قطرے ٹپ ٹپ چہرۂ انور پر گرتے ہیں، آنکھ کھل جاتی ہے پوچھتے ہیں کیا بات ہے جواب ملتا "سانپ نے کاٹ لیا ہے" شدید تکلیف ہے زخمی جگہ پر لعاب مبارک لگا دیتے ہیں، درد جاتا رہتا ہے۔

غزوۂ تبوک سخت موسم میں پیش آیا ہے، سفر طویل، سواریوں اور ساز و سامان کی کمی ہے، اعلان ہوتا ہے کہ اصحاب کرام مالی تعاون پیش کریں، عمرؓ خوش ہیں کہ آج اس مردیگانہ سے بڑھ جانے کا بہترین موقع ہے، گھر کا آدھا مال خدمت اقدس میں پیش کر دیتے ہیں، گھر میں کیا چھوڑا، اس سوال پر جواب ملتا ہے، آدھا مال گھر میں اہل وعیال کے لئے چھوڑ آیا، جس سے مقابلہ ہے اس سے سوال ہوتا ہے، تم کیا لائے، جواب ملتا ہے جو کچھ تھا سب کچھ حاضر خدمت ہے، اس سوال پر کہ بچوں کے لئے کیا چھوڑا، جواب ملتا ہے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

اب تک آپ نے جو کچھ پڑھا اس سے ذہن ضرور اس مرد بے مثال کی طرف گیا ہوگا، انھیں کے سر سہرا بندھا ہے، "الصدیق" کے خطاب کا۔

جو کچھ آپ نے پڑھا اس سے ان کے مزید حالات پڑھنے کا شوق ضرور دل میں انگڑائی لینے لگا ہوگا۔ ضرور پڑھیے اور پڑھ کر دل میں محبت رسول کی شمع روشن کیجئے اور دین پر فدا ہونے کا اور سب کچھ داؤں پر لگا دینے کا سبق سیکھئے۔ "سیرت الصدیق" سے، یہ چھوٹے سائز میں دو سو صفحات پر مشتمل مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی صدر یار جنگ کی نہایت مؤثر، دل میں محبت رسول کی جوت جگا دینے اور دین پر جان نچھاور کر دینے کے مثالی نمونہ کا آئینہ دکھانے والی کتاب ہے۔ یہ کتاب مرور زمانہ سے کتب خانوں کی زینت بن کر رہ گئی تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کو کہ انھوں نے مکتبۂ اسلام سے اس کتاب کو شائع کر کے کتاب کو پھر سے زندہ کر دیا اور دینی ذوق و شوق رکھنے والوں اور دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کے لئے ایک قیمتی تحفہ پیش کر دیا ہے، آپ نے اوپر جو کچھ پڑھا ہے وہ سب کچھ اس کتاب سے ماخوذ ہے۔ کتاب خود بتائے گی کہ حضرت ابو بکر کو "الصدیق" کا لقب کیوں ملا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے اول جنت میں ابو بکرؓ داخل ہوں گے، کتاب ایسی ہے کہ آپ پڑھیے ہی نہیں بلکہ خرید کر دوستوں کو ہدیہ بھی کیجئے۔

کتاب چونکہ صرف دعوتی نقطۂ نظر سے شائع کی گئی ہے اس لئے قیمت برائے نام کل ۲۵/ روپیہ رکھی گئی ہے۔

آپ ذیل کے پتوں سے کتاب منگا سکتے ہیں۔

۱۔ مکتبہ اسلام ۲/۵۴، ۲/۷ احمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ
۲۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء، لکھنؤ
۳۔ مکتبہ ندویہ، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

صدیق اکبرؓ قائم مقامِ
در دینِ احمدؐ اول امامے

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س : ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہے اور دوسرا شخص نیچے قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے تو کیا یہ شرعاً درست ہے؟

ج : مذکورہ صورت خلاف ادب ہے، ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

س : ایک شخص کی زبان سے کلمۂ کفر ادا ہوا کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟

ج: تجدید ایمان کے ساتھ ساتھ نکاح بھی دوبارہ پڑھوانا چاہئے۔

س : ایک نومسلم کتنے سال تک نومسلم رہے گا؟

ج : نومسلم کا مطلب ہے کہ وہ خود اسلام لایا ہے نسلاً بعد نسلٍ مسلمان نہیں ہے اس معنیٰ کے اعتبار سے وہ ساری عمر نومسلم رہے گا اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

س: بوقت اذان جو شخص باتیں کرتا رہتا ہے اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا بعض غیر مستند کتب فقہ میں لکھا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

ج: اذان کا جواب دینا چاہئے، باتیں بند کر دینا چاہئے، یہ طریقہ شرعاً ناپسندیدہ ہے کہ باتیں ہوتی رہیں اور اذان کا جواب نہ دیا جائے مگر یہ بالکل غلط ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا۔

س : ایک غیر مسلم کا نابالغ لڑکا جس کا باپ مر چکا ہے اس لڑکے کے حقیقی چچا موجود ہیں، چچا اس لڑکے کے باپ کی زمین ولی بن کر فروخت کرنا چاہتا ہے، ایک مسلمان اسے خریدنا چاہتا ہے کیا یہ بیع جائز ہے؟

ج : اگر ان کے مذہب میں چچا کو حق ہے کہ بھتیجے کی زمین کو ولی ہونے کی حیثیت سے فروخت کردے تو مسلمان کو اس کا خریدنا درست ہے، ورنہ نہیں۔

س : داڑھی منڈانا اور داڑھی رکھنے والوں کی توہین کرنا اور داڑھی کا مذاق اڑانا، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

ج : داڑھی منڈوانا، ناجائز ہے اور اس کا مذاق اڑانا سخت خطرناک امر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق، اگر اس نیت سے مذاق اڑایا جاتا ہے تو کفر ہے۔

س: مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

ج: مٹی کے تیل میں بدبو ہوتی ہے جس سے ملائکہ اور نمازیوں کو اذیت ہوتی ہے اس لئے اس کو مسجد میں جلانا منع ہے۔

س: جبراً کسی شخص کو دباؤ دے کر چندہ وصول کرنا مسجد کے واسطے کیسا ہے؟

ج : ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اگر ایسا کیا ہے تو چندہ کی واپسی لازم ہے، مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا منع ہے۔

س: حقوق کو حاصل کرنے کے لئے موجودہ حالات میں بغیر رشوت کے چارۂ کار نہیں ہے تو کیا رشوت دی جاسکتی ہے؟

ج: اپنے جائز حقوق کو حاصل کرنے کے لئے اضطراری صورت میں جو رقم دی جاتی ہے وہ رشوت نہیں ہے، لہٰذا دے سکتے ہیں۔

س: دانتوں کے اندر سوراخ ہو جاتے ہیں، سونے چاندی یا دوسری معدنیات سے اسے پر کرتے ہیں ایسی صورت میں غسل کا کیا حکم ہے؟

ج : صورت مسئولہ میں غسل ہو جائے گا۔

مسلمانوں کے ساتھ مہربانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مسلمان کی مثال ان کے آپس کی محبت، رحمدلی اور مہربانی میں جسم کی طرح ہے جب اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم جاگتا ہے اور اس کو بخار ہو جاتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن حکیم میں ارشاد ہے:
''اور اہل ایمان کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آیئے۔ (الحجر۔۸۸)

حیا نہیں زمانہ کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

وفیات

ڈاکٹر مانع بن حماد الجہنی

اللہ کے حضور میں حاضر

سید محمود حسن حسنی ندوی

عالم اسلام کے مشہور اسکالر اور داعی ڈاکٹر مانع حماد الجہنی (سکریٹری ''الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی'' ریاض) ۴ر اگست ۲۰۰۲ء کو ریاض (سعودی عرب) میں اس وقت انتقال فرمائے گئے جب ان کی کار ملک خالد انٹرنیشنل ایئرپورٹ کے قریب حادثہ کا شکار ہوگئی۔ ان کی وفات عالم اسلام کے لئے ایک بڑا خسارہ ہے۔ اس لئے کہ ان کی خدمات سے دنیا بھر کے مسلمان مستفید ہو رہے تھے، خبر سنتے ہی ندوۃ العلماء کے ناظر عام مولانا سید محمد حمزہ حسنی نے تعزیتی فیکس ''ندوۃ العالمیۃ'' کے ذمہ داروں کو ارسال کیا اور ان کے حادثۂ وفات کو ایک بڑا ملی سانحہ قرار دیا۔

ڈاکٹر مانع الجہنی عالم اسلام کے ممتاز اشخاص میں سے ایک تھے، حجاز مقدس میں ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے، ان کا ستارۂ اقبال تعلیم کے ابتدائی مراحل میں ہی چمک اٹھا تھا جب انھوں نے طائف میں سکنڈری اسکول میں اعلیٰ نمبرات حاصل کرکے پورے سعودی عرب میں پہلا مقام حاصل کیا تھا، انگریزی زبان وادب میں انھیں اختصاص حاصل تھا اور اس موضوع پر انھیں ۱۹۸۲ء میں انڈیانا یونیورسٹی امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی تھی، اسی سال وطن واپسی پر وہ ملک سعود یونیورسٹی ریاض سے وابستہ ہوگئے، انھیں جو ملی درد وسوز اور جوہر وکمال حاصل ہوا اس نے بہت جلد انھیں صف اول کے لوگوں میں لا کھڑا کیا، وہ ایک بڑے ہی نشیط اور جرأت مند قائد وداعی تھے، ۱۹۸۷ء میں جب وہ الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی کے سکریٹری جنرل منتخب ہوئے اس وقت سے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک وہ اس کے مقاصد ومنصوبوں کو بروئے کار لانے میں سرگرم عمل رہے، ملت اسلامیہ کو درپیش خطرات اور چیلنجز سمجھنے اور ان کے مقابلہ کے لئے لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے عالمی پیمانہ پر متعدد کانفرنسیں منعقد کیں اور نویں کانفرنس کی تیاری میں وہ مصروف عمل تھے جو آئندہ ماہ اکتوبر میں ہونا طے پائی ہے۔ انھیں مسلمانوں کے مسائل کے حل کی فکر تعلیمی، ثقافتی اور اقتصادی سبھی زاویوں سے تھی اور وہ نئی نسل کے لئے انھیں دنیا کے مختلف ملکوں کے مسلسل دورے کرنے پڑے تھے، انھیں فلسطین کے مسئلہ سے گہرا تعلق تھا، مسلم اقلیات کے مسائل کے سلسلہ میں وہ برابر فکرمند رہے اور ''الاقلیات المسلمۃ'' کے موضوع پر ایک کامیاب ومؤثر کانفرنس بھی منعقد کی تھی، ہندوستانی مسلمانوں کی انھیں فکر اور یہاں کے علماء، مدارس اور تنظیمات سے اچھا ربط تھا، ۱۹۹۲ء میں وہ ندوۃ العلماء بھی تشریف لائے تھے، اور رابطۂ ادب اسلامی کے ایک سیمینار میں شرکت بھی کی تھی، ان کا ایک بڑا کارنامہ میڈیکل ریلیف کی خاطر مسلم ڈاکٹروں کی کمیٹی کی تشکیل ہے، غریب مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف لانے کا اچھا ذریعہ ہے۔

وہ ایک ایک لمحہ ملت اسلامیہ کے مستقبل کی فکر اور انسانوں کی خدمت میں گزارتے تھے، اور اس سلسلہ میں ان کی فعالیت ان کے علمی مزاج کو متاثر ہونے نہیں دیتی تھی، کتابوں سے انھیں اس درجہ تعلق تھا کہ ان کا ذاتی کتب خانہ پندرہ ہزار کتابوں پر مشتمل ہے، وہ ایک باکمال مصنف ومحقق اور بے باک صحافی تھے جس کے لئے ''المستقبل الاسلامی'' کے ان کے اداریے شاہد ہیں، وہ ان خصوصیات اور اوصاف کے حامل تھے کہ ان سے ملنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ان کی خوش مزاجی خوش اخلاقی، سادگی، تواضع، تقویٰ واحتیاط کے مؤثر واقعات لکھنے والے لکھتے رہیں گے، فضول خرچی سے بچنا اور کفایت شعاری کے واقعات

اب انکا ذکا ہی سننے کو ملتے ہیں لیکن موصوف اس میں بھی فائق اور ممتاز تھے، ایک ورق کاغذ بھی برباد نہ ہونے دیتے تھے، ٹیوب لائٹ بلا وجہ جلتا دیکھ کر خود ہی بجھا دیتے تھے، اور ان کے ساتھ رہنے والے کہتے ہیں کہ جب تک دل کا آپریشن نہیں ہوا تھا مزدوروں اور کارکنوں کے ساتھ بھاری بھاری بوجھ بھی خود اٹھاتے اور ان کا ہاتھ بٹاتے، ادب ولحاظ کے متعلق لوگوں کا کہنا ہے کہ کتب خانہ کی ترتیب دئے جاتے وقت مکرر کتابیں جب ایک میز پر رکھی گئیں تو قرآن مجید کے مکرر نسخوں کو بھی بے خیالی میں انہی کے ساتھ رکھ دیا گیا، انھیں یہ گوارہ نہ ہوا اور خود آکر قرآن پاک کے ان نسخوں کو وہاں سے اٹھا کر اونچے شیلف میں سجا دیا، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبولیت بخشے اور انھیں درجات عالیہ سے نوازے، ادھر پانچ سالوں سے وہ سعودی عرب کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی منتخب ہو گئے تھے۔

پروفیسر عصمت جاوید شیخ اردو ادیب، نقاد، محقق، شاعر اور ماہر لسانیات تھے، وہ ایک رجن سے زائد کتابوں کے وہ مصنف تھے اردو کے لئے ان کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مہاراشٹر اردو اکاڈمی اور ملک کی دیگر انجمنوں نے انھیں اعزازات سے نوازا، علماء اور اہل مدارس سے ان کو خاص لگاؤ تھا، جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا ترانہ لکھا، وہ اورنگ آباد کے رہنے والے بھی تھے اورنگ آباد میں رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار میں مقالہ بھی پیش کیا تھا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے انھیں عقیدت ومحبت تھی، ١٩ر اگست ٢٠٠٢ء کو ٧٩ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

● دار العلوم ندوۃ العلماء کے فاضل اور ڈاکٹر جمشید احمد ندوی (علی گڑھ) کے بڑے بھائی جاوید احمد جعفری صاحب بھیونڈی میں بڑھے دریا میں متاثرین کی مدد کرتے ہوئے ڈوب جانے سے وفات پاگئے، مرحوم کے ضعیف والدین کے لئے یہ سانحہ سخت صدمہ کا ہے اللہ تعالیٰ انھیں صبر جمیل اور مرحوم کو غفران عظیم سے نوازے۔

● مولانا سلطان الہدیٰ ندوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء) کے بڑے والد نور الہدیٰ صاحب کا طویل علالت کے بعد ١٩ر اگست ٢٠٠٢ء انتقال ہو گیا، مرحوم عبادت گذار آدمی تھے، وہ سرکاری عہدہ پر ہونے کے باوجود دیانتداری کا یہ حال تھا کہ لاکھوں روپے کی رشوت یہ کہہ کر واپس کر دیتے تھے کہ اسلام میں رشوت لینا بہت بڑا گناہ ہے اور سرکار اسی کام کے بدلے میں تنخواہ دیتی ہے تو رشوت کیوں لوں؟ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

● جناب امین الدین شجاع الدین صاحب استاذ انگریزی دار العلوم ندوۃ العلماء، کے بھیونڈی میں مقیم بھائی کی وفات کی اطلاع بھی موصول ہوئی۔ یہ حادثہ بھی اچانک پیش آیا، ادارہ ان سے اور ان کے دوسرے بھائی ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین صاحب (عیادۃ الحرم مکہ مکرمہ) سے تعزیت کرتا ہے اور اللہ عزوجل سے بھی مرحوم کی مغفرت وبلندئ درجات کی دعا کرتا ہے۔

● حکیم مولانا مظفر حسین صاحب کا حال ہی میں انتقال ہو گیا، مرحوم حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرید اور مشہور طبیب تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفاء رکھی تھی اور علماء اور فضلاء سے ان کا خاص تعلق تھا، مرحوم پڑرانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

● مشہور معالج اور ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے رکن ڈاکٹر نظر احمد صاحب کی والدہ محترمہ ٢٠ر جمادی الاخری ١٤٢٣ھ کو لکھنؤ میں وفات پاگئیں مرحومہ نہایت مخیر، دیندار اور عبادت گذار خاتون تھیں، غریبوں سے غمگساری اور ان کی مدد کرنا ان کی خاص صفت تھی، ٢١ر جمادی الاخریٰ ١٤٢٣ھ کو صبح ساڑھے دس بجے عیش باغ لکھنؤ میں تدفین عمل میں آئی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء نے نماز جنازہ پڑھائی، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

● ٢٨ر اگست (بدھ) کو لکھنؤ میں جواں سال صحافی جناب محمد مزمل صاحب قلبی حملہ کے باعث اچانک وفات پاگئے، وہ پہلے ملی افکار "نئی دہلی" سے ــ اور آب روزنامہ سہارا اردو (لکھنؤ) سے وابستہ تھے، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مغفرت اور رحم وکرم کا معاملہ فرمائے (آمین)

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● جاپان کی وزارت خارجہ نے اسلام کے حوالہ سے حکومت کو ایک مفصل رپورٹ میں جو سفارشات پیش کی ہیں ان میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ اسلام کو وسیع النظری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اسلامی ممالک سے تعلقات مضبوط کئے جائیں نیز اسلام کے مختلف موضوعات پر حکومت کے زیر نگرانی ریسرچ کیا جائے اسی طرح ابتدائی پرائمری اور سکنڈری اسکول کی سطح پر اسلامیات کے موضوع کو داخل نصاب کیا جائے۔

● ماسٹر فار میڈیا اینڈ کلچرل ریسرچ نے گجرات کے آئندہ اسمبلی انتخابات سے متعلق ایک سروے رپورٹ میں بتایا ہے کہ آئندہ ریاست میں کانگریس کو مکمل اکثریت حاصل ہوگی، سروے میں بتایا گیا ہے کہ آئندہ اسمبلی انتخابات کے لئے جو موضوعات ہوں گے وہ ریاست میں زلزلہ کے اثرات سے نمٹنے میں حکومت کی نااہلی، کرپشن، کسانوں کی زبوں حالی، اقتصادی بدحالی، فسادات پر قابو پانے میں تاخیر۔

سروے کے مطابق ١٨٢ ممبروں والی اسمبلی میں ١١٠ نشستوں پر کانگریس جب کہ ٥٢ سے ٦٢ تک بی جے پی کو ملنے کی امید ہے، سروے کے مطابق بی جے پی کے ووٹوں میں ١٠ فیصد کی کمی آئے گی جبکہ کانگریس کے دونوں ٦٫٢ سے ٧٫٢ فیصد کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

سروے کے مطابق ٧٠ فیصد سے زیادہ ووٹروں نے انتہا پسند ہندتو کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا ہے اور ٩٠ فیصد ووٹروں کا ماننا ہے کانگریس اور بی جے پی دونوں ہی رام میں عقیدہ رکھتی ہیں۔ اور بھی سیاسی پارٹیاں اپنے فائدہ کے لئے رام کے نام کا غلط استعمال کرتی ہیں، ریاست میں انتخابات کرائے جانے کے بارے میں ٤١ فیصد لوگوں کا کہنا ہے کہ بی جے پی انتہا پسند ہندتو کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے جلد انتخابات چاہتی ہے جب کہ ٥٩ فیصد لوگوں کا خیال ہے کہ اپنی مقبولیت میں گراوٹ کے سبب بی جے پی جلد انتخابات کرانے کی کوشش کر رہی ہے، الیکشن کمیشن کے فیصلہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے ٥٢ فیصد ووٹروں کا ماننا ہے کہ ریاست میں انتخابات کرانے کے لئے ابھی ماحول سازگار نہیں ہے۔

● ٹائمز آف انڈیا دہلی ایڈیشن نے اپنے نامہ نگار "راجیش رام چندرن" کی رپورٹ کے مطابق گودھرا ٹرین حادثہ کا شکار سابرمتی ایکسپریس کا ڈبہ S-6 جس میں ٥٩ مسافروں نے سیٹ بک کرائی تھی ان میں سے ٣ نے اپنا ٹکٹ کینسل کرا دیا تھا ٤ مسافروں کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی ہے، باقی ٥٢ مسافروں کے بارے میں معلومات کے لئے محکمہ ریلوے نے اپنے ٹریفک انسپکٹروں کی ریزرویشن سلپ پر درج پتوں پر روانہ کیا انھوں نے جو معلومات جمع کی ہیں اس کے مطابق ٥٢ مسافروں میں ٤١ مسافر صحیح سلامت اپنی منزل تک پہنچ گئے ان میں سے ٣٢ تو ایسے تھے جن کو معمولی زخم تک نہیں آیا۔

٩ مسافر ایسے تھے جو معمولی طور پر زخمی ہوئے تھے گویا ٥٢ میں ٤١ آج بھی زندہ سلامت ہیں ٤ کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ ہلاک ہو گئے تھے اور سات غائب ہیں۔ اگر ان کو بھی ہلاک شدگان میں شامل کرلیں تو مرنے والوں کی تعداد گیارہ ہوتی ہے جب کہ بتایا یہ گیا تھا کہ گودھرا ٹرین حادثہ میں S-6 میں سوار ٥٩ مسافر بری طرح جھلس کر ہلاک ہو گئے تھے، آخر یہ ماجرا کیا ہے۔

(دعوت دہلی ٢٥ر اگست ٢٠٠٢ء)

منصف کی آستین میں ہے خنجر چھپا ہوا
انصاف کرنے والا ہی قاتل ہے آج کل

خود ہی قاتل، خود ہی شاہد، خود ہی منصف ٹھہرے
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

مطالعہ کی میز پر

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

تبصرہ کے لئے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے۔

نام کتاب: مطالعہ شعر وادب
مصنف: پروفیسر محسن عثمانی ندوی
صفحات: ۲۰۸ —— سائز ۱۸×۲۲-۸
خوبصورت سرورق، دیدہ زیب کتابت، بہترین کاغذ، عمدہ طباعت، قیمت: ۷۰/روپے
ناشر: رابطہ ادب اسلامی پوسٹ بکس ۹۳، ندوۃ العلماء لکھنؤ
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

پروفیسر محسن عثمانی ندوی ایک صاحب قلم اور انشاء پرداز ادیب ہیں، وہ عربی اور اردو زبان وادب پر اچھی نظر رکھتے ہیں اور رابطہ ادب اسلامی کے ایک اہم فرد ہونے کی حیثیت سے ادبی اور تہذیبی موضوعات پر متعدد اہم مضامین لکھے ہیں، اسی نوع کے مضامین کا ایک اہم اور قابل مطالعہ انتخاب ''مطالعہ شعر وادب'' ہے مضامین کے اس مجموعہ میں ''ادب کی نظریاتی اساس'' سے لے کر علامہ شبلی، علامہ اقبال، مولانا عبدالماجد دریابادی اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین تک متنوع موضوعات اور شخصیات کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے، اس کتاب میں علامہ اقبال اور علامہ ابوالعلی معری جیسا مضمون بھی شامل ہے، جس میں تقابلی ادب یا ادب مقارنہ کے اصولوں کو روبعمل لایا گیا ہے اور دو عظیم شاعروں کی فکری اور شاعرانہ حیثیتوں کا کامیاب اور کار آمد موازنہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کے ساتھ ہی بعض ایسے مضامین بھی ہیں جن سے مصنف کی اسلوبیاتی شناخت کی صلاحیت نمایاں ہے، رشید احمد صدیقی کا اسلوب، ادب اور صحافت کا رشتہ، اور ''شہاب نامہ'' جیسے موضوعات پر تجزیاتی مضامین سے محسن عثمانی صاحب کے دائرۂ مطالعہ کے تنوع کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اردو کی نعتیہ شاعری پر مصنف کا مضمون ایک اچھا جائزہ قرار دیا جاسکتا ہے، اگر نعتوں کے جائزے میں بھی تجزیے کا طریقہ اختیار کیا جاتا تو اس مضمون کی معنویت دو چند ہوسکتی تھی، شبلی نعمانی مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے متعلق مضامین نہایت جامع ہیں۔ اقبال پر شہادت اور دانش خاطر کے حوالے سے دو مضامین محسن عثمانی کی شعر فہمی کے ساتھ ان کے شعری مذاق کا بھی پتہ دیتے ہیں۔

محسن عثمانی کے مضامین میں زبان وبیان کی شگفتگی بسا اوقات تزئین کا رنگ اختیار کرلیتی ہے، جو علمی اور تنقیدی زبان کے استدلال اور قطعیت کے لئے موزوں نہیں۔ تاہم اپنے علمی وقار اور مباحث کی سنجیدگی کے باعث ''مطالعہ شعر وادب'' کو ایک قابل قدر تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے، جس کا مطالعہ اہل علم وادب کے لئے نافع ثابت ہوگا۔

●●●

نام کتاب: نوائے صادق
مصنف: سلیمان صادق
صفحات: ۱۰۸ سائز ۱۸×۲۲-۸
قیمت: 65/- روپے
ملنے کا پتہ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس لال کنواں دہلی

سلیمان صادق مرحوم ۱۹۸۱ء میں حج بیت اللہ کیلئے گئے تھے اور مناسک حج کی ادائیگی اور مدینۃ الرسول ﷺ کی زیارت کے بعد مکہ مکرمہ واپسی کے دوران ایک کار حادثہ میں جاں بحق ہوگئے تھے اور وہیں جنۃ المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

زیر نظر کتاب ''نوائے صادق'' ان ہی کی غزلوں، نظموں اور قطعات کا مجموعہ ہے، جسے جناب آفاق منظر ندوی صاحب نے مرتب کیا ہے۔ یہ سلیمان صادق کی شعری وفکری کاوشوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو ادبی وتہذیبی روایت سے وابستگی اور مذہبی وملی قدروں کی پاس داری کے ساتھ ساتھ درد انسانیت اور فلاح آدمیت کے جذبے سے مالا مال ہے۔ جس کی چند جھلکیاں ذیل کے اشعار میں نظر آتی ہیں۔

شگوفوں کی خموشی، اشک، شبنم نالۂ بلبل
جہانِ رنگ وبو کی زندگی میں لے کے آیا ہوں

باقی ۸ پر

بھٹکل میں مولانا علی میاں اکیڈمی وقت کی اہم ضرورت کی تکمیل

جلسہ عام سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا خطاب

رپورٹ —— سید ذاکر الحق سوروپ

مسلمان ایک زمانہ میں دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ قوم تھے، انہوں نے دنیا کو اپنے علوم وفنون اور تہذیب وتمدن سے مالا مال کیا اور اقوام عالم کی رہنمائی کی مگر جب انہوں نے اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا اور اصل فریضہ کو بھول گئے تو ان پر مصیبتوں کا دور شروع ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک معیاری امت کا اعزاز عطاء فرما کر دنیا کی رہبری کے لئے مبعوث کیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر وناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی نے ۲۹/جولائی ۲۰۰۲ء کو بھٹکل کے ایک عظیم الشان عوامی جلسہ میں کیا جو مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کی جانب سے ہائی اسکول وکالج کے طلباء کے لئے اوپن اسلامک کورس میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے طلباء کے مابین تقسیم انعامات کی غرض سے منعقد کیا گیا تھا، نوائط کالونی کے احاطہ میں موجود سامعین کی کثیر تعداد سے خطاب کرتے ہوئے مولانا موصوف نے مسلمانوں پر زور دیا کہ جس طرح وہ اپنے معاش وروزگار کی فکر کرتے ہیں اسی طرح دعوتِ دین کے خاطر بھی جد وجہد کریں ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی، مولانا نے فرمایا ''بھٹکل میں مولانا علی میاں اکیڈمی'' وقت کی اہم دعوتی ضرورت کی تکمیل ہے مولانا محمد الیاس ندوی ''جنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی'' کی کوششوں کو سراہتے ہوئے آپ نے والدین پر زور دیا کہ وہ اپنے بچوں کی دینی واخلاقی تعلیم وتربیت کا خصوصی خیال رکھیں ورنہ قیامت کے دن یہی بچے ان کے خلاف گواہی دیں گے، آپ نے سامعین سے اپیل کی کہ اکیڈمی کی طرف سے جو دینی وتعلیمی کورس شروع کیا گیا ہے اس میں بھرپور تعاون کریں۔ جناب محتشم عبدالغنی صاحب نے خوشی ومسرت کے جذبات کے ساتھ حضرت مولانا اور مہمانوں کا خیر مقدم کیا، جنرل سکریٹری اکیڈمی مولانا محمد الیاس ندوی صاحب نے اکیڈمی کا موثر انداز میں تفصیلی تعارف کرایا۔

مولانا عبداللہ حسنی ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ اکیڈمی کی جانب سے جو کام ہورہا ہے اس کی قدر دانی اور تعاون کرنا ہر ایک کی ذمہ داری ہے، صدر جامعہ اسلامیہ بھٹکل ڈاکٹر ملپا علی صاحب نے اکیڈمی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس سلسلہ میں تعاون کرنا بھٹکل کے ہر فرد پر لازم ہے، جناب ماسٹر محمد شفیع صاحب ناظم جامعہ نے بھی اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مختصر خطاب کیا اس موقع پر مولانا کے دست مبارک سے تین کتابوں کا اجراء عمل میں آیا (۱) ''الحاج محی الدین منیری، حیات وخدمات'' (مرتب: مولانا محمد الیاس ندوی) (۲) ''مفکر اسلام

باقی ۱۶ پر

''۱۱/ستمبر کا ڈرامہ'' ایک اہم اضافہ کے ساتھ
تیسرا ایڈیشن غیر مجلد اصلی نسخہ
مجلد نسخہ جعلی طباعت ہے۔
مغربی میڈیا اور اس کے اثرات
مغربی صحافت دراصل یہودی صحافت ہے
تالیف: نذر الحفیظ ندوی
• نیا عالمی نظام
• مغربی میڈیا کا تاریخی پس منظر
• میڈیا کے کردار کے بارے میں یہودی عزائم
• دنیا کے پردۂ سیمیں پر مسلمانوں کی تصویر
• عالم عربی پر مغربی میڈیا کی یورش
• ہندوستانی میڈیا مغرب کے نقش قدم پر
• ٹی وی کے منفی اثرات
• ذرائع ابلاغ کا علمی وفنی تجزیہ
• اسلامی میڈیا نظریہ اور عمل
• شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
ان موضوعات پر سیر حاصل گفتگو
ایک قابل مطالعہ کتاب۔ اردو زبان میں پہلی کتاب
دہلی، دیوبند، حیدرآباد، کشمیر، لکھنؤ کے
BOOK DEPOT پر دستیاب۔
غیر مجلد۔ قیمت =/Rs.80

بقیہ..... طبیب روحانی کی شفقت

الرُّسُل ﴾ آپ صبر کیجئے جیسا کہ اولوالعزم پیغمبروں نے کیا، نیز ایک جگہ فرماتے ہیں ﴿وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ﴾ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جایئے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر کھا کر، لعن طعن سن کر ان کے ظلم کا بدلہ نیکی سے دیتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور مقدس قلب کی وہ حالت تھی جس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا، نبی کا حال بھلا امتی کیا سمجھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سراپا شفقت و رحمت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش اور تمنا یہ تھی کہ اللہ کے بندے ایمان لائیں، جنت میں جائیں، جہنم سے بچ جائیں، اللہ کو راضی کریں اور زندگی کا مقصد حاصل کریں۔

تقریر کرنا بہت آسان ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض اللہ کے لئے بولنا اور اس طور پر بولنا کہ اس سے کوئی دوسرا مقصد نہ ہو، نہ مال کا طالب ہو، نہ جاہ کا طالب ہو، نہ دولت کا طالب ہو، بس وہ صرف یہ چاہتا ہو کہ اللہ کے لئے اللہ کے دین کی دعوت دے تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، یہ بہت مشکل کام ہے، یہ منصب نبوت اور کار نیابت ہے، اس کے لئے تو وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جس کو انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا اور ان کا طریقہ یہی ہے کہ وہ نہ مال کے طالب ہوتے نہ جاہ کے طالب ہوتے بلکہ ان کو صرف اللہ کے راضی کرنے کی فکر ہوتی ہے اور ان کی توجہ ہر وقت صرف اس طرف رہتی ہے کہ اللہ کے بندے کسی طرح ہدایت پائیں، وہ دل سے دعا بھی کرتے ہیں اور اللہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ کی باتوں کو پہنچاتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے جو دعوت کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے وہ یہ ہے ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے (کہ جس میں شدت وخشونت نہ ہو) بحث کیجئے۔

انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کی نیابت میں جو لوگ دین کی دعوت دیتے ہیں وہ بھی یہی کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اللہ کی کتاب پڑھ کر سناتے ہیں، اللہ کے محبوب کی حدیثوں کو سناتے ہیں، اسلامی اور ایمانی زندگی بنانے کی اور من مانی زندگی سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایمان کی حقیقت کیا ہے اور اسلام کے معنی کیا ہیں؟ ہم نے کبھی اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی، اسلام کے معنی ہیں اپنے آپ کو سپرد کردینا اور حوالے کردینا، جب ہم نے یہ کلمہ پڑھ لیا ﴿لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ﴾ اور توحید و رسالت کا اقرار کرلیا تو بہت بڑی بات کا اقرار کیا، یہ کلمہ دیکھنے میں تو ایک بول ہے مگر سمجھ لیجئے کہ بہت قیمتی اور بڑا وزنی ہے، اگر اس کی حقیقت سمجھنا ہو تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات سے سمجھ لیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اپنی جان، مال اور اپنی اولاد کو، اپنے عیش و راحت کو، اپنی عزت کو، اپنی ساری چیزوں کو قربان کردیا، صحابہ یہی کلمہ پڑھتے تھے جس کی وجہ سے انگاروں پر لٹائے جاتے تھے، سینے پر پتھر رکھا جاتا تھا، کانٹے چبھوئے جاتے تھے، مارے جاتے تھے، ذلیل کئے جاتے تھے وطن سے نکالے جاتے تھے مگر وہ ہر حال میں ثابت قدم رہے اور سبحان اللہ کیا ان کا پڑھنا تھا، انہوں نے اللہ کی توحید کا اقرار کرلیا تھا، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل ایمان تھا اس لئے ساری مصیبتوں کو برداشت کرتے تھے اور اس میں وہ اپنی عزت سمجھتے تھے، اور ان سب تکالیف میں ان کو لذت ملتی تھی، درحقیقت اس کلمہ کا مزہ انہیں کو ملتا تھا اور انہیں کو اصلی کیفیت اور حقیقی حلاوت حاصل ہوئی تھی، ہم لوگ بھی کلمہ پڑھتے ہیں لیکن دیکھ لیں کیا ہماری بھی یہی کیفیت ہے؟ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر آج امتحان لیا جائے تو بہت تھوڑے لوگ اس کلمہ کو سمجھنے والے نکلیں گے، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان کو کلمہ بھی نہیں آتا، نہ اس کلمہ کی حقیقت جانتے ہیں نہ اس کے منشا کو سمجھتے ہیں، یہ کلمہ جنت کی کنجی ہے اور یہ کلمہ اتنا وزنی ہے کہ ساتوں طبق زمین اور ساتوں طبق آسمان اس کے مقابلہ میں ہلکے ہیں۔

ایک گلاس پانی کی قیمت

مورخ طبری کا بیان ہے کہ ابن السماک جو وقت کے سب سے بڑے عالم، نقاد اور نکتہ بین تھے، ایک بار ہارون کے بلاوے پر اس کے دربار میں تشریف لائے دربار لگا تھا سارے مصاحب خواص، امرا اور دوسرے حاشیہ نشیں جمع تھے، ہارون کو پیاس لگی۔ ٹھنڈے میٹھے پانی کا کٹورا اس کے حضور پیش ہوا، ہارون نے ہاتھ بڑھا کر کٹورا تھاما اور اسے ہونٹوں سے لگانے کو تھا کہ وقت کا یہ نقیب پکار اٹھا "ہارون ذرا رک جاؤ اور ہمیں پانی کا پیالہ منہ سے لگانے سے پہلے ایک بات بتاؤ۔ اگر یہ پانی کسی وجہ سے اس وقت جب آپ کو پیاس نے تنگ کر رکھا ہے۔ آپ کے ہاتھ سے چھین لیا جائے، آپ کے ہونٹ اس پیالہ تک نہ پہنچ سکیں اور آپ سے کہا جائے کہ آپ اس ایک پیالہ پانی کی قیمت ادا کریں تو بتایئے، آپ اس کی زیادہ سے زیادہ کیا قیمت دے سکیں گے"؟ ہارون کو اس وقت سخت پیاس لگی تھی، ابن السماک نے یہ وقفہ جو لے لیا وہ بھی اس کے لئے زیادہ تھا، اس نے بڑی بے تابی سے جواب دیا "ہم مجبوری کے عالم میں اپنی آدھی سلطنت اس پیالہ کی قیمت کے طور پر نذر کریں گے"۔

وقت کا یہ نقیب ابن السماک ہارون کے قریب ہوا اور اپنی آواز میں ذرا جوش اور پورا تاثر پیدا کر کے بولا" اور اگر خدانخواستہ آپ کا پیشاب رُک جائے اور کسی طرح کھل نہ سکے اور آپ سے اس کے کھولنے کی قیمت مانگی جائے" ہارون نے جلدی سے جواب دیا" تو بھی ہم اپنی آدھی سلطنت دے دیں گے" اور وقت کے اس بڑے نقیب نے ہارون سے کہا" ہارون ایسی سلطنت جو ایک پیالے پانی کے عوض اور پیشاب کھلوانے کی قیمت میں بک جائے، کیا اتنی وقعت رکھتی ہے کہ آدمی اس کی آرزو کرے اور اس کی خاطر دوسرے انسانوں اور عوام کے حق مارے اور ان پر ظلم اور زیادتی کرے"؟

گو ہارون سخت گیر حاکم نہ تھا، گو وہ لوگوں پر ظلم اور زیادتی نہ کرتا، وہ عوام کے ساتھ انصاف اور عدل کرتا، ان کے حقوق کی حفاظت کرتا لیکن اس کے باوجود وہ آدمی تھا، اس سے غلطیاں ہوتیں، وہ حق تلفیاں کرتا، خود یہ حق تلفی ہی کچھ کم نہ تھی کہ وہ شخصی حکمراں تھا، اس نے ابن السماک کی یہ بات سنی تو بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کی ہچکی بندھ گئی، اس کے چہرے پر زردی چھا گئی، جسم کانپنے لگا، اُس کے وزیر دربار نے جو خوشامد میں بڑا ماہر تھا، ابن السماک سے درخواست کی کہ رخصت ہو جائیں، ابن السماک رخصت ہوئے تو ہارون دربار سے اٹھ گیا، وہ دن اس کی زندگی کا بڑا سوگوار دن تھا۔

علامہ سیوطی نے بھی مختصر طور پر اس واقعہ کو بیان کیا ہے:

یہ تھا تاریخ اسلام کا بہت ہی نامور حکمراں خلیفہ ہارون الرشید عباسی جس کی عظیم الشان اور وسیع وعریض سلطنت (جو بقول مسٹر پامر "ہندوستان اور تاتار سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی) کے امام ابو یوسف قاضی القضاۃ چیف جسٹس) تھے۔

(مسلمان قاضیوں کا بےلاگ عدل ص ۱۴۲)

غیبت کا وبال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بار دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ روزے میں اس شدت سے بھوک لگی کہ نا قابل برداشت ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ایک پیالا بھیجا اور ان کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے قے کی تو اس میں تازہ گوشت کے ٹکڑے اور تازہ خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال روزی سے روزہ تو رکھا مگر حرام چیزوں کو کھایا (یعنی وہ لوگوں کی غیبت کرتی تھیں)

(فضائل رمضان)